قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان ابنی ھذا سید بخاری شریف
نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا میرا یہ بیٹا (حسن رضی اللہ عنہ) سردار ہے
مناقب حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
مصنف و مرتب
شیخ القرآن خطیب پاکستان جانشین امام خطابت حضرت علامہ
مولانا صاحبزادہ پیر محمد مقبول احمد سرور دامت برکاتہم العالیہ
خلیفہ مجاز آستانہ عالیہ علی پور سیداں شریف
شبیر برادرز

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان ابنی هذا سید (بخاری شریف)

نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا میرا یہ بیٹا (حسن رضی اللہ عنہ) سردار ہے

سبط پیغمبر فرزند حیدر جگر گوشہ بتول سید شباب اہل الجنۃ راکب دوش مصطفی

سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے فضائل و مناقب پر مشتمل عظیم الشان کتاب مستطاب الحسنی ہے۔

مناقب سیدنا حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جلد اول

حسب الارشاد

پیر طریقت رہبر شریعت نقشِ فخر الثانی حضرت قبلہ

صاحبزادہ پیر سید محمد ظفر اقبال عابد شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ

سجادہ نشین آستانہ عالیہ لاثانیہ حسینیہ علی پور سیداں شریف

مصنف و مرتب

شیخ القرآن خطیب پاکستان جانشین امام خطابت حضرت علامہ

مولانا صاحبزادہ پیر محمد مقبول احمد سرور دامت برکاتہم العالیہ

خلیفہ مجاز آستانہ عالیہ علی پور سیداں شریف

نائب سجادہ آستانہ عالیہ حضرت امام خطابت علیہ الرحمت فیصل آباد

تصحیح

محمد سہیل مصطفی اعوان صابری چشتی

شبیر برادرز

زبیدہ سنٹر ۴۰، اردو بازار لاہور

فون: 042-37246006

مناقب سیدنا حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ناشر — ملک شبیر حسین

سن اشاعت — نومبر 2009ء / ذیعقد 1430ھ

طابع — اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور

کمپوزنگ — ورڈز میکر

سرورق — اے ایف ایس ایڈورٹائزرز لاہور 0345-4653373

قیمت — -/120 روپے

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے۔ تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

ترتیب

انتساب

فقیر اپنی اس خالص و مخلص اعتقادی کاوش کو تمام حسنی سادات سے منسوب کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے اور امید کرم رکھتا ہے کہ بروز محشر اگر سیدة النساء العلمین جنابہ سیّدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا ان لوگوں کی شکایت و شکوہ فرمائیں کہ جو ان کے ایک شہزادہ کو تو حرز جان و وردلسان بنائے ہوئے ہیں اور دوسرے شہزادہ کریم سے عداوت کو اپنا شعار و نشان بنائے ہوئے ہیں تو مجھ جیسے فقیر سیّدہ کی خوشنودی و رضا اور شفاعت رسول ھدیٰ پانے کے لیے یہ صحیفہ نوران کی بارگاہ میں پیش کردے تو کوئی امر بعید نہیں کہ شرف قبولیت سے مشرف ہو جائے کیونکہ میرا ایمان ہے کہ کوئی بھی

ان کے در سے خالی جائے یہ تو ہو سکتا نہیں
ان کے دروازے کھلے ہیں ہر گدا کے واسطے

گدائے آل رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم
عبد النبی الاکبر

محمد مقبول احمد سرور نقشبندی مجددی

خادم آستانہ عالیہ حضرت امام خطابت علیہ الرحمت فیصل آباد

فرمان عالی شان حضور قبلہ تاجدار علی پور سیّداں شریف اور اس کتاب کے مَنصّۂ شہود میں آنے کی وجہ

قارئین کرام!

حضور قبلہ عالم پیر طریقت رہبر شریعت واقف رموز حقیقت و معرفت پروردۂ آغوشِ ولایت رونق بزم ولایت حضرت قبلہ پیر سید محمد ظفر اقبال عابد شاہ صاحب دامت برکاتہم القدسیہ زیب سجادہ آستانہ عالیہ لاثانیہ حسینیہ عابدیہ نقشبندیہ مجددیہ علی پور سیداں شریف ضلع نارووال اپنے تبلیغی دورہ پر فیصل آباد جلوہ افروز تھے کہ فقیر نے دست بستہ عرض کیا

گلی مست الستاں دی عرش بنا جا اج دی رات
تیری دیدنوں دیدے ترس گئے آ درس کرا جا اج دی رات

آپ نے اس ناچیز ذرہ کمتر اپنے دادا جان کے اس ازلی گداگر اور قطب ربانی غوث صمدانی عارف یزدانی شیخ المشائخ حضرت قبلہ و کعبہ سیدی وسندی و مرشدی و مولائی قبلہ عالم پیر سید علی حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ المعروف سرکار نقش لاثانی علی پوری کے اس غلام بے دام کو بڑی شفقت اور کمال محبت سے نوازتے ہوئے غریب خانہ پر قدم رنجہ فرمایا تو مسرت و انبساط کی انتہا نہ رہی گویا کہ اپنے آقا کی آمد

آمد پر فقیر اپنے پیر بھائیوں سے عرض کر رہا تھا کہ "

اج دل میرا بڑا شاد نی — اج میرا ماہی آیا
سیتو دیوو مبارک باد نی — اج میرا ماہی آیا

سرکارِ مرشد گرامی کی نشانی اور اس عاجز و مسکین کی کٹیا میں...... اللہ اکبر
پھر کرم آج بالائے بام آ گیا اور یقیناً آ گیا جب کہ آپ نے حکم فرمایا
"علامہ صاحب قلم کاغذ لو اور نوٹ کرو، دربار عالیہ کی طرف سے ہم آپ
کو حکم فرماتے ہیں کہ آپ نے اب ان چار موضوعات پر قلم اٹھانا ہے:

۱- حضور امام عالی مقام سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مفصل سوانح ومناقب و محامد۔
۲- حضرت سیدنا امام زین العابدین سید سجاد ابن امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مفصل سوانح وفضائل ومناقب۔
۳- حضرت شہزادہ علی اکبر ابن سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ مبارک۔
۴- حضور شافع یوم النشور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چاروں صاحبزادیوں کا ثبوت اور ان کا تذکرہ مبارکہ"

چنانچہ راہِ طریقت کے سالکین بخوبی جانتے ہیں کہ اس حکم کی اہمیت وافادیت اس کمترو ناچیز حقیر و پر تقصیر کے لیے اسی طرح فرض اہم کی حیثیت رکھتی تھی جس طرح راہِ شریعت میں نماز کی فرضیت بس صرف سمجھنے کی بات ہے کیونکہ بقول مولائے روم علیہ الرحمت ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

اور پیر کامل صورت ظل الٰہ
یعنی دید پیر دید کبریا

فرمان مرشد جبکہ فرمانِ خدا ہے ''رب پیر دی زبان اتے بولدا'' تو پھر حکم مرشد کریم پھر فرض کیوں نہ ہو؟ اگر وہ درخت سے ندا فرما سکتا ہے کہ اے موسیٰ کلیم اللہ میں اللہ رب العٰلمین ہوں۔

ملاحظہ ہو ارشاد باری تعالیٰ:

''مِنَ الشَّجَرَةِ یَا مُوْسٰی اِنِّیْ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ''

(پ۲۰، سورۃ القصص، آیت ۳۰)

اور اگر وہ لسانِ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کلام فرما سکتا ہے جیسا کہ کہ میرے آقا امام الانبیاء کا ارشاد پاک ہے کہ

''اِنَّ الْحَقَّ وَضَعَ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ یَقُوْلُ بِهٖ'' (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

بے شک زبانِ عمر پر حق کلام فرماتا ہے جس سے حضرت عمر قول فرماتے ہیں:

''رب بندے دی زبان اُتے بولدا''

تو واضح ہوا کہ فرمانِ مرشد کریم اس حقیر و ناچیز کے لیے اسی ندا کی حیثیت رکھتا ہے پس وعدہ کیا کہ حضور قبلہ عالم مدظلہ العالیٰ کے حکم کو عنقریب احاطہ تعمیل میں لایا جائے گا۔

وعدہ تو کر لیا مگر علمی بے بضاعتی۔ کتب کا مہیا نہ ہونا پھر علالت طبع تبلیغی دورے یہ سب کچھ راستہ تحریر کی رکاوٹیں بنتے گئے مگر میرے آقا کا کرم آپ کی نگاہِ کیمیا نے ہر رکاوٹ کے باوجود اپنا اثر دکھایا اور فقیر نے مرشد کریم کے سہارا پر قلم تھام لیا اور بقول حضرت ظہوری علیہ الرحمت بارگاہ مرشد گرامی میں دست بستہ عرض کیا

۔ ایہہ منزلاں پیرا اوکھیاں نے میں تے ٹرپیا تیرے سہارے تے
میرا خیال رکھیں ہر منزل تے جدوں ڈولاں سامنے توں ہوویں
اکھ میٹاں تے تیری شکل دِسّے اکھ کھولاں سامنے توں ہوویں
ایسا نقش پکے تیرا دل دے اندر جدوں ویکھاں سامنے توں ہوویں
چنانچہ سفر شروع کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرشد کریم کے نعلین مبارکہ کا صدقہ منزل مقصود پر پہنچائے آمین ثم آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

احقر گدائے کوچہ سرکار لاثانی ونقشِ لاثانی وفخر لاثانی

محمد مقبول احمد سرور غفرلہ الاحد

حضور قبلۂ عالم کے حکم کی وجہ

حضور قبلہ عالم دامت برکاتہم العالیہ کے اس حکم فرمانے کی وجہ غالباً وہی تھی جو اکثر و بیشتر میرے ناقص ذہن وقلب میں بھی آتی رہی اور دل و دماغ اکثر پریشان رہتا کہ میں نے اپنے پورے تیس سالہ عرصۂ خطابت میں محسوس کیا اہلسنّت و جماعت جب بھی محرم الحرام شریف کا ماہِ مبارک سایہ فگن ہوتا ہے تو محافل ذکر شہادت حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پورے عروج پر ہوتی ہیں مگر کسی محفل میں ذکر امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں ہوتا۔

شیعہ حضرات تو امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی وجہ سے نالاں ہیں جس کا بالتفصیل ذکر میں نے اپنی تصنیف ''مناقب امیر معاویہ'' اور دوسری تالیف جو میرے تیس سالہ خطبات کا نچوڑ ہے ''اسرار خطابت، اظہار خطابت'' میں کیا ہے جس کا لب لباب یہ ہے کہ شیعہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معاذ اللہ اس بات کی سزا دی ہے کہ آپ نے حضرت سیدنا امیر معاویہ سے صلح کیوں کی؟ چنانچہ شیعہ کتب میں یہ موجود ہے کہ جب آپ نے یہ صلح کی تو:

شیعانِ علی گفتند مثلِ پدرش کافر شد

(حیات القلوب، جلاء العیون، احتجاج الطبرسی، حق الیقین وغیرہ ودیگر کتب کثیرہ شیعہ)

''شیعانِ علی نے کہا کہ (معاذ اللہ) حسن بھی اپنے باپ کی طرح کافر ہو گئے۔''

شیعہ کتب میں موجود ہے کہ

حضرت علی کی خلافت بلافصل منصوص من اللہ تھی اور انہوں نے اللہ کے اس حکم کے خلاف مسئلہ تحکیم میں بندوں کو حَکَم بنا کر اور ابوموسیٰ اشعری کو اپنی منصوص خلافت کا فیصل بنا کر معاذ اللہ کفر کیا اسی طرح امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہی منصوص خلافت امیر معاویہ کو دے کر معاذ اللہ امر منصوص کی مخالفت کی ہے لہٰذا وہ بھی کافر ہو گئے۔ تفصیل کے لیے مندرجہ محولہ بالا کتب کا مطالعہ فرمائیں۔

اس لیے وہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یوم ولادت وشہادت تو مناتے ہیں مگر حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نہیں مناتے۔

حضرت امام حسین کا ذوالجناح تو نکالتے ہیں، حضرت علی اصغر کا پنگوڑھا تو بناتے ہیں، تابوت وغیرہ ودیگر رسومات بڑے زور وشور سے پوری کرتے ہیں مگر کبھی بھی حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زہر کے پیالہ کی شبیہہ یا ان کی شہادت کا ذکر یا کوئی رسومات وہ نہیں مناتے بلکہ انہی کتب میں موجود ہے کہ اس صلح کی پاداش میں شیعان حیدر کرار نے حضرت سیدنا امام حسن کو مارا پیٹا ان کی ران مبارک میں چھرا گھونپا، ان کے نیچے سے ان کا جائے نماز کھینچا، ان کے رخ انور پر طمانچے رسید کئے اور انہیں مذل المؤمنین (مومنوں کو ذلیل کرنے والا) کہا جس کی تفصیل آئندہ اوراق میں بھی انشاءاللہ بیان کی جائے گی۔

تو شیعہ تو اس لیے امام حسن سے دشمنی لیتے ہوئے آپ کا نام تک لینا گوارا نہیں کرتے مگر افسوس صد افسوس کہ اہلسنّت بھی اسی روش کا شکار ہو گئے اور میں نے اپنے تیس سالہ دور خطابت میں اہلسنّت کے ہاں بھی کہیں اس شہزادہ عالی وقار کا نام تک نہ سنا جبکہ وہ شرف ومجد میں اپنے برادرِ عالی مقام سے کہیں آگے ہیں نہ ہی کسی کو ان کا یوم ولادت یاد نہ ہی یوم شہادت جبکہ یہ باتیں عقائد اہلسنّت کے قطعی مخالف ہیں۔

قدیم وجمہور اہلسنّت اس جرم سے قطعاً بری اور پاک ہیں، اکابرین اہلسنّت نے

اپنی کتب اور محافل میں حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ مبارک اسی طرح کیا جس طرح حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جس پر بہت بڑی دلیل حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمت کی کتب ہیں جو آج بھی ہر کتب خانہ کی زینت ہیں مثلاً سرّ الشہادتین اور ایسی دوسری کتب

تو اہلسنّت کی شیعہ حضرات سے متاثرہ موجودہ اس روش نے عصر حاضر کے اصاغر ہی نہیں اکابرین کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا ماوشما تو کسی گنتی میں نہیں بڑے بڑے وارثانِ جبہ و دستار و محراب و منبر و سجادگانِ بھی شیعہ نوازی کرتے ہوئے اس روش کا شکار ہو گئے۔

فقیر تو شب و روز اس پریشانی میں مبتلا تھا ہی میرے حضور قبلہ عالم وارث مسندِ علی پور سیّداں شریف حضرت پیر سید محمد ظفر اقبال شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے اس کرب کو انتہائی شدت سے محسوس فرمایا حتیٰ کہ کئی مسند نشینوں کو تبلیغ بھی فرمائی مگر جب ان سے حوصلہ افزاء رویہ دیکھنے کو نہ ملا اور وہ تقریباً شیعہ ہونے کا ثبوت دینے لگے تو آپ نے اس غلام بے دام کو حکم فرمایا کہ اب یہ کام تیرے ذمہ ہے تا کہ بروز محشر ہم اپنے نانا جان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور سرخرو ہو سکیں اور یہ الفاظ ارشاد فرمائے کہ ”علامہ صاحب ہم یہ کام اسی لیے کر رہے ہیں کہ ہم میدان قیامت میں یہ تحفے اور ہدیئے پیش کر کے اپنی مغفرت کروا سکیں۔“

چنانچہ فقیر اپنے مقدر پر نازاں ہے کہ اس متبرک کام کو انجام دینے کے لیے آپ نے ناچیز کو منتخب فرمایا الحمدللہ ثم الحمدللہ فقیر کا تو پہلے ہی مسلک و مشرب یہی تھا کہ

؎ اوروں کو جو ملا ہے وہ مقدر سے ملا ہے
ہم کو تو مقدر بھی ترے در سے ملا ہے

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اور

ہر اک کو میسر کہاں اس در کی غلامی
اس در کا تو دربان بھی جبریل امیں ہے

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بطفیل حبیبہ الاعلیٰ اس ادنیٰ سے تحفے کو اپنی اور اپنے حبیب علیہ السلام کی بارگاہِ بے کس پناہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے اور بروز محشر ناچیز اور اس کے والدین کے لیے ذریعہ نجات بنائے اور میرے مرشد کریم کے فیوض و برکات کو تا قیامِ قیامت جاری وساری رکھے۔ آمین ثم آمین

ے

سدا بہار رہوے اس باغے کدی خزاں نہ آوے
ہووَن فیض ہزاراں تائیں ہر بُھکھا پھل کھاوے

ے

کیا بات رضاؔ اس چمنستان کرم کی
زہرا ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول

(حضرت رضاؔ بریلوی علیہ الرحمۃ)

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کا

حلیہ مبارک

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رنگ گورا مائل بہ سرخی تھا' آنکھیں بڑی اور سیاہی مائل تھیں، گال نرم تھے، داڑھی گھنی تھی، تمام لوگوں سے زیادہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمشکل تھے، اسی وجہ سے ان کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب انہیں کھلاتیں تو خود بھی ان کے ساتھ کھیلتی تھیں اور یہ کلمات ان کی زبان مبارک پر جاری ہوتے

"بِاَبِیْ شِبْہُ النَّبِیُّ وَلَیْسَ شَبِہًا بِعَلِیٍّ (عَلَیْہِمُ السَّلَامُ)"

(مسند امام احمد بن حنبل، جلد ۶، ص ۲۸۳)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم○

کون حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ؟

وہ جامع اور ہمہ گیر شخصیت مبارکہ

جوراکبِ دوشِ رسول ہیں۔

جوفرزند زہرا بتول ہیں۔

جونور دیدۂ مرتضےٰ ہیں۔

جو برادر سید الشہداء ہیں۔

جوخود سید الاسخیاء ہیں۔

جنہوں نے لاکھوں مربع میل حکومت کی سخاوت کر کے اپنے نانا جان کی امت کو فساد و خونریزی سے بچایا۔

جنہوں نے چالیس ہزار جانفروشوں کی بیعت کے باوجود فریق مخالف سے صلح کر کے اپنے نانا جان کے غیبی فرمودات کو پورا فرمایا۔

جس نے نانا کا وعدہ وفا کر دیا۔

جوبھی تھا راہ حق میں فدا کر دیا۔

جو سر مبارک سے سینہ مبارک تک نانا جان امام الانبیاء علیہ السلام کی مجسم تصویر تھے اور اخلاق مصطفےٰ کا بے مثال نمونہ تھے۔

جو سَیِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّة کے بڑے مصداق تھے اور ان کے بھائی ان

سے چھوٹے

جو زبان رسول سے اِنَّ اِبْنِیْ ھٰذَا سَیِّدٌ کا تمغۂ امتیاز حاصل کئے ہوئے تھے۔

جن کی حیات طیبہ کا ایک ایک شب و روز تاریخ اسلام کا سنہری گلستان ہے۔

جنہوں نے سینکڑوں مرتبہ لعاب دہن رسول کی چاشنی کے مزے لوٹے۔

شہد خوار لعاب زبان نبی
چاشنی گیر عصمت پہ لاکھوں سلام

جن کی پاکیزہ زندگی کا ہر یوم سخاوت اور ہر لیل عبادت میں بسر ہوتی رہی۔

جن کا جھولا جھلانے کے لیے نورانی ملائکہ اترتے رہے۔

جنہوں نے علم ہونے کے باوجود قاتل کا سراغ نہ دیا اور معاملہ منتقم حقیقی پر چھوڑ دیا۔

جن کا وصال، وصال رسول کا نقشہ بن گیا۔

جن کا تحمل، بردباری، شجاعت، صبر و استقامت ضرب المثل ہو کر رہ گیا۔

جن کے مبارک و معظم جنازہ پر بھی ظلم و ستم کیا گیا۔ تیر برسائے گئے۔

جن کی تربت مقدسہ سے آج بھی مروان و آل مروان کو یہ صدائیں آ رہی ہیں کہ

تم جفا کرتے رہے اور ہم وفا کرتے رہے
اپنے اپنے فرض کو دونوں ادا کرتے رہے

اور جو حدیث رسول اللہ علیہ السلام کے مطابق آخری خلیفہ راشد تھے

ہاں ہاں وہی راشد حسن
مرشد حسن
ھادی حسن
مہدی حسن
رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نام نامی اسم گرامی آلحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس بڑے نواسے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند اکبر اور حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بڑے لخت جگر اس شہزادے کا نام نامی اسم گرامی حضرت حسن ہے ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' اور یہ نام امام الانبیاء علیہ السلام نے خود تجویز فرمایا جبکہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت باسعادت ہوئی تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کا نام حرب رکھا تھا۔ معروف محقق عالم دین حضرت مولانا سید خضر حسین شاہ صاحب اپنی مایہ ناز تصنیف ''خلفاء رسول'' میں علامہ مومن شبلنجی کی مشہور زمانہ کتاب نور الابصار کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں:

''امام حسن کی ولادت کے ساتویں روز جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بچے کا نام کیا رکھا ہے؟
عرض کیا گیا اس کا نام حرب رکھا ہے۔ فرمایا: اس کا نام حسن رکھو۔''

(نور الابصار، ص ۱۱۹، بحوالہ خلفاء رسول، ص ۲۱۹)

ڈاکٹر محمد عبدہ یمانی (السعودیہ العربیہ) تحریر کرتے ہیں کہ

''جنگ وجدل کے ساتھ محبت رکھنے کے باعث حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ ارادہ کیا تھا کہ ان کا نام حرب رکھیں مگر جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: میرا بیٹا مجھے دکھایئے تم لوگوں نے اس کا نام کیا

رکھا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی میں نے اس کا نام حرب رکھا ہے۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں اس کا نام حسن ہے۔ حضرت امام حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی پیدائش کے وقت بھی ایسا ہی ہوا۔ بعدازاں حضرت محسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی پیدائش کے بعد بھی یہی عمل دہرایا گیا۔"

(اولاد کو اہل بیت کی محبت سکھاؤ، ص ۱۷۲، ترجمہ اردو، علموا اولادکم محبة اهل بيت)

حاشیہ میں مزید حوالہ جات سے رقمطراز ہیں کہ

"جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن، حسین اور محسن نام رکھنے کی حدیث احمد نے المسند (۱/ ۹۸-۱۱۸ اور الفضائل (۱۳۶۵) میں، الطبرانی ۲۷۷۷ میں اور البزار نے اس کو روایت کیا ہے جیسا کہ یہ حدیث "کشف الاستار" ۱۹۹۷-۱۹۹۸ میں مروی ہے۔ الطیالسی نے ۲۰۲۴ میں ابن حبان (۲۲۲۷-موارد) میں حاکم نے ۳/ ۱۶۵، ۱۶۸ میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ صحیح الاسناد ہے ذہبی نے ان سے موافقت کی ہے۔ الہیثمی حضرت علی کی روایت سے اسے مجمع الزوائد میں لائے ہیں اور کہا ہے اس حدیث کو احمد، البزار اور طبرانی نے روایت کیا ہے اور احمد اور البزار کے رجال صحیح والے رجال ہیں سوائے ہانی ابن ہانی کے اور وہ ثقہ ہیں۔

(علموا اولادکم محبة اهل بيت، ترجمہ اردو، ص ۲۴۶)

بہت سے محدثین وعلماء کرام نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا تھا کہ "اے علی! تم مجھ سے ایسے ہی ہو جیسے ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں"، تو حضرت ہارون کے بیٹوں کے نام عبرانی زبان میں شبر، شبیر اور مبشر تھے جس کا عربی ترجمہ حسن حسین اور محسن بنتا ہے۔ اس لیے حضور علیہ السلام نے اپنے نواسوں کے یہی

نام رکھے۔ا

آسمانی نام:

حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے یہ اسماء گرامی زمینی نہیں بلکہ آسمانی نام ہیں۔ ملاحظہ ہو حضرت امام نبہانی علیہ الرحمت ارقام فرماتے ہیں کہ

قَالَ اَبُوْ اَحْمَدُ الْعَسْكَرِيُّ سَمَّاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اَلْحَسَنُ" وَكَنَّاهُ اَبَا مُحَمَّدٍ وَلَمْ يَكُنْ يَعْرِفُ هٰذَا الْاِسْمَ فِي

ا: نبراس المحدثین حضرت علامہ غلام رسول رضوی شارح بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ

''خلف بن قاسم نے اپنے اسناد کے ساتھ ہانی بن ہانی سے روایت کی کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور نے فرمایا میرا بیٹا مجھے دکھاؤ تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے؟ آپ نے جواب دیا میں نے اس کا نام حرب رکھا ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کا نام حسن ہے اور جب امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے تو سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے بیٹے کا نام کیا رکھا ہے۔ حضرت علی نے کہا اس کا نام حرب ہے۔ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ حسین ہے جب تیسرا بچہ پیدا ہوا تو فرمایا: اس کا نام کیا رکھا ہے؟ حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا: اس کا نام حرب ہے۔ آپ نے فرمایا بلکہ یہ محسن ہے پھر فرمایا میں نے ان کا نام ہارون علیہ السلام کی اولاد کے اسماء شبر، شبیر اور مبشر رکھے ہیں۔''

(تفہیم البخاری شرح بخاری جلد پنجم، ص ۷۰۸ مطبوعہ جامعہ رضویہ فیصل آباد از استاذی المکرمی شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی)

حضرت ملا حسین کاشفی لکھتے ہیں کہ 'پوچھا یا علی تم نے اس (بیٹے) کا نام کیا رکھا ہے؟ حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! میں آپ سے پہلے بیٹے کا نام کیسے رکھ سکتا تھا تاہم اگر آپ اجازت فرمائیں تو میرے دل میں آتا ہے کہ اس کا نام حرب رکھوں اور ایک روایت کے مطابق آپ نے عرض کیا اس کا نام اپنے چچا کے نام پر حمزہ رکھوں۔ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہم اس کا نام تجویز کرنے میں اللہ تعالیٰ کے حکم پر سبقت نہیں کر سکتے۔ اسی اثناء میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آ کر عرض کی یا رسول اللہ خدائے علی واعلیٰ نے آپ کو سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ علی آپ کو ہارون کی طرح ہیں جس طرح وہ موسیٰ کے لیے تھے لہٰذا اس بچے کا نام ہارون کے بیٹے کے نام پر رکھیں۔ (روضۃ الشہداء، جلد اوّل، ص ۳۹۷-۳۹۸)

الْجَاهِلِيَّةِ۔ (الشرف المؤبد لآل محمد عربی، ص ۸۳، مطبوعہ فیصل آباد)

حضرت ابو احمد العسکری فرماتے ہیں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کا نام حسن رکھا اور کنیت ابو محمد تجویز فرمائی اور یہ دورِ جاہلیت میں کسی کا نام نہ تھا۔

(شرف سادات، ص ۱۶۲، مطبوعہ فیصل آباد اردو ترجمہ الشرف المؤبد)

اہل جنت کے نام:

حافظ الحدیث امام اجل حضرت امام جلال الدین السیوطی الشافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ

"ابن سعد نے عمران بن سلیمان کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حسن اور حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) دونوں نام اہل جنت کے ہیں یہ نام عہد جاہلیت میں کبھی نہیں رکھے گئے۔" (تاریخ الخلفاء اردو مترجم شمس بریلوی مطبوعہ کراچی، ص ۱۷۷) [1]

دو دریاؤں کے عظیم الشان دو موتی [2]:

حضرات قارئین آپ غور فرمائیں کہ حسن کا معنی بھی موتی ہے اور حسین کا معنی

---

[1] سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے عظیم رہنما اور بزرگ حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ
"حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کے نام کو بہشت سے ایک نہایت عمدہ کپڑے پر لکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں ہدیۃً لائے۔"
(شواہد النبوت از حضرت علامہ عبد الرحمٰن جامی مطبوعہ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور، ص ۳۰۰)
"حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کے نام نامی اسم گرامی کو جنت سے ایک نہایت نفیس کپڑے پر تحریر کر کے بارگاہ نبوی میں ہدیۃً لائے۔"
(بارہ امام مصنف مولانا عبد الرحمٰن جامی مطبوعہ شبیر برادرز اردو بازار لاہور، ص ۶۰)

[2] آپ حسن و جمال میں کچھ ایسے تھے کہ جب آپ اندھیرے میں بیٹھتے تو آپ کی پیشانی مبارک سے شعائیں نکل کر اردگرد کو روشن کر دیتی تھیں۔ (بارہ امام، ص ۶۸، شواہد النبوت، ص ۳۰۲-۳۰۴)

بھی موتی۔ حسین اسم مصغر ہے جس کا معنی ہے چھوٹا موتی......تو معلوم ہوا کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ خانوادۂ رسول کی حسین مالا کے چھوٹے موتی ہیں اور امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے موتی۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

"مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ○ بَیْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیٰنِ○ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ○ یَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ○"

(سورۃ الرحمٰن ۱۹ تا ۲۲)

ترجمہ ایک شعر میں صائم چشتی صاحب مرحوم نے یوں کیا کہ :

دوھاں دریاواں دے حسین ایہہ موتی
دسی شبر شبیر دی شان مولا
دسیا عالم نوں جنھاں چمکا کے تے
مونگے لال مرجان فرما کے تے

مرکز البحرین	مرج البحرین	اللؤلؤ والمرجان
حضور خاتم الانبیاء محمد مصطفےٰ علیہ السلام	حضرت سیّدہ فاطمۃ الزھرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا:

"اَمَّا الْحَسَنُ فَلَهٗ هَیْبَتِیْ وَسُوْدَدِیْ وَاَمَّا الْحُسَیْنُ فَلَهٗ جُرْاَتِیْ وَجُوْدِیْ۔"

جہاں تک حسن کا تعلق ہے تو ان کے حصے میری ہیبت وسیادت آئی ہے
اور حسین کے لیے میری جرأت وسخاوت ہے۔
اسے ابن مندہ، طبرانی، ابونعیم اور ابن عساکر نے روایت کیا ہے۔
(اردو ترجمہ علموا اولادکم محبۃ اہل بیت ص ۱۸۴)

اللہ تعالیٰ نے یہ نام پوشیدہ رکھے:

ابن الاعرابی مفضل سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ
"اِنَّ اللّٰہَ حَجَبَ اِسْمَ الْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ حَتّٰی سَمّٰی بِهِمَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِبْنَیْهِ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ۔"[1]

- بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت حسن اور حضرت حسین کا نام پردہ خفاء میں رکھا حتیٰ کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دونوں بیٹوں کا نام حسن وحسین رکھا۔ (علموا اولادکم محبۃ اہل بیت، اردو ترجمہ، ص ۱۷۲)

---

[1] وَعَنِ ابْنِ الْاَعْرَابِیِّ عَنِ الْمُفَضَّلِ قَالَ "اِنَّ اللّٰہَ حَجَبَ اِسْمَ الْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ حَتّٰی سَمّٰی بِهِمَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِبْنَیْهِ الْحَسَنَ وَ الْحُسَیْنَ"۔

(الشرف المؤبد لآل محمد للنبہانی، ص ۹۸)

ابن اعرابی نے مفضل سے روایت کی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حسن وحسین کے ناموں کو حجاب میں رکھا یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بیٹوں کا نام حسن اور حسین رکھا۔

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں جب حضرت حسن پیدا ہوئے تو ان کا نام (میں نے) حرب رکھا۔ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا:

اَرُوْنِیْ اِبْنِیْ مَاسَمَّیْتُمُوْهُ، قُلْنَا حَرْبًا قَالَ بَلْ هُوَ حَسَنٌ۔

"میرے بیٹے کا کیا نام رکھا ہے ہم نے کہا "حرب" فرمایا بلکہ وہ حسن ہے۔"

(الشرف المؤبد، ص ۹۷)

وَعَنْ عِمْرَانَ ابْنِ سُلَیْمَانَ قَالَ "اَلْحَسَنُ وَ الْحُسَیْنُ مِنْ اَسْمَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ لَمْ یَکُوْنَا فِی الْجَاهِلِیَّةِ"۔ (الشرف المؤبد، ص ۹۸) (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بے مثل و بے مثال خاندان، بے مثل و بے مثال نانا جان، بے مثل و بے مثال والدین اسی طرح ان کے اسماء گرامی بھی بے مثل و بے مثال ہیں۔

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے القابات وکنیت:

آپ کی کنیت ابو محمد ہے جیسا کہ گزشتہ اوراق میں بیان کیا گیا کہ یہ کنیت بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود تجویز فرمائی تھی اور القابات تقی، ذکی، سید، مجتبیٰ، شبیہ رسول، ولی، سبط رسول، جواد، کریم، زاہد ہیں۔ سبحان اللہ سبحان اللہ! اللہ کریم جل وعلا شانہ نے کیسی کیسی شانیں مرحمت فرمائیں کہ ان کے نانا مصطفیٰ (علیہ السلام) ان کے والد مرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور وہ خود مجتبیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یہ تینوں اوصاف قرآن کریم میں پیغمبروں کے بیان کئے گئے ہیں۔ ملاحظہ ہو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

مصطفیٰ: اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ ۔ (پ۳، سورۃ آل عمران، آیت ۳۳)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے) ”حضرت عمران بن سلیمان سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا:

”حسن اور حسین جنت کے نام ہیں اور دور جاہلیت میں یہ نام کسی کے نہ تھے۔“

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری المتوفی ۶۳۰ ہجری فرماتے ہیں کہ ”حضرت حسن اور حسین سے پہلے یہ نام کسی کے نہ رکھے گئے۔“ (اسد الغابہ، جلد ۲، ص ۹-۱۰)

جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنائی گئی کہ علی المرتضیٰ کے ہاں شہزادہ پیدا ہوئے ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے دریافت فرمایا کہ فرزند کا نام کیا رکھا ہے تو جناب علی المرتضیٰ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں آپ پر کیسے تقدم کر سکتا تھا۔ آپکی اجازت واذن کے بغیر میں کیسے نام رکھ سکتا تھا؟ پس اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اللہ رب العزت نے سلام بھیجا ہے اور اس نے پیغام دیا ہے کہ شہزادہ کا نام حسن رکھا جائے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم الٰہی کی تعمیل میں اپنے نواسے کا نام حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رکھا۔ (الفضل الموبد کا اردو ترجمہ، انوار نبوت، ص ۶۱۰-۶۱۱)

"بے شک اللہ تعالیٰ نے چن لیا آدم اورنوح اورآل ابراہیم اورآل عمران کو عالمین پر۔"

مطلب یہ ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام، نوح علیہ السلام اورآل ابراہیم علیہم السلام اورآل عمران مصطفیٰ ہیں۔

آدم علیہ السلام سے حضرت انسان عدم سے وجود میں آیا تو وہ ہوئے...... مصطفیٰ

طوفان نے سب کو غرق کر دیا تو نوح علیہ السلام آدم ثانی ٹھہرے گویا دوبارہ نئے سرے سے انسانیت وجود نوح سے چلی تو وہ بھی ہوئے...... مصطفیٰ

آل ابراہیم علیہم السلام سے میرے آقا علیہ السلام تشریف لائے تو پوری آل ابراہیم ہوئی...... مصطفیٰ

آل عمران......عمران نانا......مریم ماں...... بیٹا عیسیٰ علیہ السلام جو معجزانہ طور پر پیدا ہوئے...... مصطفیٰ

میرے آقا علیہ السلام نانا......سیّدہ فاطمہ ماں...... حسن بیٹے یہ آل مصطفیٰ ہے اس لیے یہ بھی...... مصطفیٰ

آدم علیہ السلام سے انسان وجود میں آیا......امام حسن سے شرف انسان وجود میں آیا......وہ بھی مصطفیٰ یہ بھی مصطفیٰ

نوح علیہ السلام سے شرف انسان کشتی میں محفوظ ہو کر طوفان سے محفوظ رہا......امام حسن کی صلح سے شرف انسان فساد و خونریزی سے محفوظ رہا...... وہ بھی مصطفیٰ...... یہ بھی مصطفیٰ

آل عمران کی والدہ حضرت مریم بتول ہیں...... آل مصطفیٰ کی والدہ

حضرت فاطمۃ الزھراء بتول ہیں......وہ بھی مصطفیٰ یہ بھی مصطفیٰ
تو وجود امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر معاویہ سے صلح نے بنایا...... مصطفیٰ
وجود امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امت کی اس حفاظت خون وفساد نے بنایا مصطفیٰ

وجود امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتول ماں نے بنادیا...... مصطفیٰ
وجود امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مصطفیٰ نانا نے بنادیا...... مصطفیٰ
اگر آلِ ابراہیم مصطفیٰ ہے......تو امام حسن آلِ مصطفیٰ ہیں
اگر اولادِ مریم بتول مصطفیٰ ہے ......تو امام حسن فرزند زہراء بتول ہو کر مصطفیٰ ہیں

بلکہ امام حسن تو شبیہہ مصطفیٰ ہیں ملاحظہ ہو حضرت انس ابن مالک صحابی رسول (خادم خاص) فرماتے ہیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

شبیہہِ کاملِ مصطفیٰ علیہ السلام:

لَمْ یَکُنْ اَحَدٌ مِّنْھُمْ اَشْبَهَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ۔

(بخاری شریف، جلد اول، ص ۵۳۰، شرح مسلم سعیدی، جلد ۶، ص ۹۸۱، جامع الترمذی، جلد ثانی، ص ۲۱۸)

"کوئی شخص بھی حضرت حسن ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم شکل نہ تھا۔"

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی ہے

فَکَانَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ یُشْبِھُهٗ۔ (جامع الترمذی، جلد ثانی، ص ۲۱۸)

”پس حضرت حسن بن علی حضور علیہ السلام کے بہت مشابہ تھے۔“

حضرت سیّدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ارشاد پاک:

حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہراء بتول لختِ جگر رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کو دیکھ کر فرمایا کرتیں:

بِاَبِیْ شِبْہُ النَّبِیِّ ...... وَلَیْسَ شِبْھًا بِعَلِیٍّ۔ (مسند امام احمد بن حنبل، ج ۶، ص ۲۸۳)

”مجھے اپنے باپ کی قسم (اے حسن) نبی کے ہمشکل ہو اور حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ہمشکل نہیں ہو۔“

حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد پاک:

عقبہ بن الحارث روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عصر کی نماز ادا فرمائی پھر (مسجد نبوی) سے باہر نکلے ان کے ساتھ حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ بھی تھے انہوں نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو بچوں کے ساتھ کھیلتے دیکھا تو انہیں اپنے کندھوں پر اٹھا لیا اور فرمایا:

بِاَبِیْ شَبِیْہٌ بِالنَّبِیِّ ...... وَلَیْسَ شَبِیْھًا بِعَلِیٍّ

(فتح الباری جلد ۷ ص ۹۶، بخاری شریف ج ۱ ص ۵۳۰)

مجھے اپنے باپ کی قسم (حسن) شبیہ مصطفیٰ ہیں اور حضرت علی سے مشابہ نہیں ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ مسکرا رہے تھے اور پہلو بہ پہلو ساتھ چل رہے تھے۔

حضرت مولا علی کا ارشادِ پاک

حضرت مولائے کائنات شیر خدا تاجدار ھل اتٰی سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

اَلْحَسَنُ اَشْبَہَ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَابَیْنَ

الصَّدْرِ اِلَی الرَّأْسِ۔ (جامع الترمذی، جلد ثانی، ص ۲۱۹)
''حضرت حسن سینہ سے سر مبارک تک رسول اللہ علیہ السلام کے بہت مشابہ ہیں۔''[1]
تو معلوم ہوا کہ سیرت وصورت میں مصطفیٰ نانا کا مصطفیٰ نواسہ امام حسن تھے۔
(رضی اللہ تعالیٰ عنہ وصلی اللہ علیہ وسلم)

---

[1] سند المحدثین نائب محدث اعظم پاکستان محدث کبیر حضرت علامہ غلام رسول رضوی علیہ الرحمت فرماتے ہیں:
''حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حسن سینہ سے سر تک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھے۔ جبکہ حسین علیہ السلام نچلے قد میں حضور کے مشابہ تھے۔'' (تفہیم البخاری، جلد پنجم، ص ۷۰۸، مطبوعہ فیصل آباد)

مولانا جامی علیہ الرحمت فرماتے ہیں:
''حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ شکل وصورت میں سر سے لے کر پاؤں تک خواجہ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھے۔''
(بارہ امام، ص ۶۰، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور) (شواہد النبوت مطبوعہ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور، ص ۳۰۰)
''آپ (امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حضور علیہ السلام سے سینہ سے پاؤں تک اور امام حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سینہ سے سر تک مشابہ تھے۔''
(بارہ امام، ص ۶۸ مطبوعہ لاہور، شواہد النبوت، ص ۳۰۴ از علامہ جامی مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور)
''امام حسن لوگوں میں سر مبارک سے لے کر سینہ مبارک تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کمال تر مشابہت رکھتے تھے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ کوئی شخص حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہت نہیں رکھتا تھا۔''
(روضۃ الشہداء مترجم، اردو، ص ۳۹۸، مطبوعہ چشتی کتب خانہ فیصل آباد)

حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ
''میں تم لوگوں کو ایسے شخص کے متعلق آگاہ کروں جو جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ مشابہ اور حضور علیہ السلام کو (سب سے) زیادہ محبوب تھے۔ وہ سیدنا امام حسن ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ذات تھی۔''

(انوار نبوت ترجمہ الفضل الموبد لآل محمد، ص ۵۸۸)

مرتضٰی:

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک لقب ہے مرتضٰی اور یہ بھی وصف نبوت ہے۔ملاحظہ ہو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ ۔ (پ۲۹،سورۃ الجن،آیت۲۶،۲۷)

''جاننے والا غیب (پوشیدہ چیزوں) کا پس وہ ظاہر نہیں فرماتا کسی پر اپنے اس غیب (کے علم) کو مگر جس سے راضی ہو جائے (پسند فرمالے) رسول کو۔''

امام حسن مرتضٰی بھی ہیں:

اب ذرا غور کیجئے کہ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیسے مرتضٰی ہیں اور مزے کی بات یہ ہے کہ وہ رسول نہیں مگر مرتضٰی ہیں۔اللہ کریم جل جلالہ، نے اپنی رضا کے لیے منتخب فرمایا اپنے حبیب کو ''کُلُّهُمْ یَطْلُبُوْنَ رِضَائِیْ وَاَنَا اَطْلُبُ رِضَاكَ یَا مُحَمَّدُ'' اے میرے حبیب تمام کائنات میری رضا چاہتی ہے اور میں تیری رضا چاہتا ہوں تو ''اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ'' کے مطابق محبوب کو پسند فرما کر علم دے دیا اور علم غیب کے لیے مرتضٰی ٹھہرایا اور حضور کو خبر دی کہ جب گروہ حضرت علی و معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مابین خون کی ندیاں بہہ جائیں گی اور مزید شہادتوں کا خطرہ ہوگا تو ایک شخصیت ان گروہوں میں صلح کروادے گی اور اس امر غیبی کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے پھر چنا اور مرتضٰی بنایا حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور زبان نبوت سے اعلان کروادیا:

اِنَّ ابْنِیْ هٰذَا سَیِّدٌ وَّ لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ یُّصْلِحَ بِهٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ

عَظِیْمَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔
(بخاری شریف، جلد اوّل، ص ۵۳۰، جامع الترمذی، جلد ثانی، ص ۲۱۸، مشکوٰۃ شریف، ص، الصواعق المحرقہ، ص ۱۴۷)

"بے شک میرا یہ بیٹا سید (سردار) ہے شاید اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح کروادے۔"

تو ہر فرقہ ہر تاریخ اس پر یقین رکھتی ہے کہ جب حضرت علی و معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی باہمی جنگوں میں ہزاروں حفاظ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین شہید ہو چکے بلکہ بالآخر حضرت علی بھی شہید ہو چکے تو اب مزید خونریزی سے بچنے کے لیے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس غیبی خبر کو پورا فرماتے ہوئے دونوں گروہوں میں صلح کروادی اور مرتضیٰ ٹھہرے اللہ رسول کے (جل جلالہ، وصلی اللہ علیہ وسلم)

نانا بھی مرتضیٰ نواسہ بھی مرتضیٰ وہ نبیوں میں مرتضیٰ یہ سخیوں میں مرتضیٰ
والد بھی مرتضیٰ بیٹا بھی مرتضیٰ وہ ولیوں میں مرتضیٰ یہ قطبوں میں مرتضیٰ

مجتبیٰ:

قارئین کرام! مرتضیٰ و مصطفیٰ کی طرح مجتبیٰ ہونا بھی وصفِ انبیاء ہے۔ ملاحظہ ہو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۖ (پ ۴، سورۃ آل عمران، آیت ۱۷۹)

"اور اللہ کی شان یہ نہیں ہے کہ اے عام لوگو! تمہیں غیب کا علم دے۔ ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے۔"

لعل حرف مشبہ بالفعل ہے جس کا ترجمہ "شاید" ہی ہوتا ہے مگر جب یہ زبان رسول سے ادا ہو تو شاید کی بجائے یقیناً ہوتا ہے۔ علماء نے ایسے ہی فرمایا ہے۔

اس کی تشریح بھی گزشتہ لفظ مرتضٰی کی سی ہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک کو اس علم کے لیے چن لیا اور اس (صلح علی و معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما) غیبی خبر کی تکمیل بدست حضرت حسن مجتبےٰ کروا کر ان کو چن لیا

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول نہیں مگر مصطفٰی ہیں

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول نہیں مگر مرتضٰی ہیں

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول نہیں مگر مجتبیٰ ہیں

اور لفظ مجتبیٰ تو ہر خاص و عام اور ہر مکتب فکر کے افراد کی زبانوں پر قدرت نے جاری فرما دیا اور ساری امت کو یوں محسوس ہونے لگا کہ یہ لفظ تو وضع ہی امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے کیا گیا ہے۔ بالکل ایسے ہی جیسے حضور علیہ السلام کی ازواج کے لیے قدرت نے ہر کس و ناکس کی زبان پر لفظ ازواجِ مطہرات جاری فرما دیا اور سرکار علیہ السلام کے خلفاء کے لیے خلفاء راشدین کا لفظ خاص فرما دیا۔ اسی طرح اس قادر مطلق نے امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے مجتبیٰ کا لفظ خاص فرما کر ہر ایک زبان پر جاری کر دیا حتیٰ کہ خارجی ٹولہ بھی حسنِ مجتبےٰ کہنے پر مجبور ہے ماننے والوں کی تو بات ہی علیحدہ ہے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا شاہ احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

وہ حسن مجتبےٰ سید الاسخیاء
راکب دوش عزت پہ لاکھوں سلام

وہ القابات جو حضور علیہ السلام نے خود عطا فرمائے:

کچھ القابات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمائے مثلاً ارشاد فرمایا:

سبطِ رسول: حَسَنٌ سَبْطٌ مِّنَ الْاَسْبَاطِ۔
(علموا اولادکم محبة اھل بیت، ص ۱۷٤، اردو ترجمہ)

''حسن (کی حیثیت یہ ہے کہ) وہ قبائل میں سے گویا ایک قبیلہ اور جماعت ہیں''

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سبط پیغمبر اسی لیے کہا جاتا ہے گویا وہ اکیلے ایک فرد ہی نہیں بلکہ پیغمبر علیہ السلام کی پوری جماعت اور قبیلہ کا نام حسن ہے۔

سیّد: یعنی سردار تو جب ایک قبیلہ اور جماعت ہیں تو اس حیثیت سے وہ سردار بھی ہوئے اور یہ سید کا لقب بھی حضور علیہ السلام نے خود ارشاد فرمایا جیسا کہ گزشتہ اوراق مین ہم نے حدیث مختصر بیان کی۔ اب پوری حدیث بیان کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منبر شریف پر دیکھا کہ حضرت حسن ابن علی آپ کے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی لوگوں کی طرف توجہ فرماتے اور کبھی حسن کی طرف دیکھتے اور فرماتے تھے:

اِنَّ اِبْنِیْ ھٰذَا سَیِّدٌ وَّ لَعَلَّ اللّٰہَ اَنْ یُّصْلِحَ بِہٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ عَظِیْمَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (بخاری شریف، جلد اوّل، ص ۵۳۰)

''میرا یہ بیٹا سید (سردار) ہے یقیناً اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرا دے گا۔''[۱]

---

[۱] جوانانِ جنت کے سردار امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

نبی اکرم رسول محتشم سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

مَنْ سَرَّہٗ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی سَیِّدِ شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ فَلْیَنْظُرْ اِلَی الْحَسَنِ۔

(الصواعق المحرقہ، ص ۱۹۲، عربی مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان)

''جو شخص جنتی جوانوں کے سردار کو دیکھنا چاہے تو وہ حضرت حسن کو دیکھے۔'' (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حضرت پیر سید خضر حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے اپنی تصنیف لطیف خلفاء رسول میں لفظ سید کے معنی یوں بیان فرمائے وہ لکھتے ہیں کہ

"امام نووی رحمتہ اللہ علیہ شارح مسلم شریف نے شیخ الاسلام ہروی (عبداللہ بن محمد بن علی) کے حوالے سے سید کے معانی یوں بیان کئے ہیں:

(اَلسَّیِّدُ هُوَ الَّذِیْ یَفُوْقُ قَوْمَهٗ فِی الْخَیْرِ) سید اسے کہتے ہیں جو بھلائی میں اپنی قوم پر فوقیت رکھتا ہو۔

(وَقَالَ غَیْرُهٗ) وَالَّذِیْ یَفْزَعُ اِلَیْهِ فِی النَّوَائِبِ وَالشَّدَآئِدِ فَیَقُوْمُ بِاُمُوْرِهِمْ وَیَتَحَمَّلُ عَنْهُمْ مَکَارِهَهُمْ وَیَدْفَعُهَا عَنْهُمْ

(مسلم شریف، جلد ثانی، کتاب الفضائل باب فضائل نبینا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

اور سید وہ ہے کہ مصائب وشدائد میں جس کے پاس فریاد کی جائے اور وہ ان کے تمام معاملات کا ذمہ دار ہو اور ان کی تکلیف کو خود برداشت کرے اور اپنی قوم کو تکلیف سے بچائے۔ (خلفائے رسول، ص ۱۷۲-۱۷۳)

قارئین کرام! میرے نبی علیہ السلام نے سیادت حسن مجتبیٰ کا اعلان فرما کے واضح کر دیا کہ میرا یہ بیٹا یہ سبط پیغمبر پوری قوم کا سردار ہے یعنی یہ بھلائی میں اپنی قوم پر فوقیت رکھے گا۔ لوگ اپنے مصائب وشدائد میں اس کے پاس اپنی فریادیں لائیں گے اور یہ ان کے تمام معاملات کا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے)

تقی: غالباً اسی وجہ آپ کا ایک لقب تقی بھی ہے کیونکہ آپ جنتی جوانوں کے سردار ہیں اور سردار مالک ہوا کرتا ہے اور قرآن کریم میں متقین کو جنت کا مالک قرار دیا گیا ملاحظہ ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِیْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِیًّا ○ (مریم:۶۳)

"وہ جنت ہم نے جس کا وارث بنایا اپنے بندوں سے متقیوں کو۔"

ذمہ دار ہوگا اور ان کی تکالیف کو خود برداشت کر کے اس اپنی قوم کو تکالیف سے بچائے گا اور خدا کی قسم حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس لفظ سید کے سو فیصد مصداق بنے جس کی قدرے تفصیل اپنے مقام پر انشاء اللہ تعالیٰ آئے گی۔

بعض علماء نے لکھا کہ سید اسے کہتے ہیں جو غصہ کو عقل پر غالب نہ آنے دے اور خیر و برکات اور حسب ونسب کے اعتبار سے دوسروں سے بڑھ کر ہو۔ (خلفاء رسول، ص ۲۱۸)

بتائیے کون سا وہ حلیم الطبع ہے کہ اس کے سامنے اس کے باپ کو برسر منبر گالیاں بکی جائیں اور وہ برداشت کر کے مجسمہ صبر و رضا بنا رہے اور مروان جیسا ملعون خود ان کے روبرو ان کو گالیاں دے اور وہ انہیں برداشت کرتے رہیں۔ اس کی تفصیل بھی اپنے مقام پر انشاء اللہ آ رہی ہے اور وہ شخصیت حضرت امام حسن ہی ہیں جنہوں نے غصہ کو عقل پر غالب نہ آنے دیا اور انتقامی کارروائی کا تصور تک نہ کیا حالانکہ وہ انتقام پر قادر تھے۔ امت کو خونریزی اور فساد سے بچا کر خیر و برکت اور فلاح و بہبود کی راہ پر گامزن کیا اور اس وقت حسب ونسب کے اعتبار سے یہی دونوں شہزادے امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما تمام کائنات سے بڑھ کر تھے۔[1]

---

[1] نبراس المحدثین علامہ استاذی المکرم مولانا غلام رسول رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:
"قوم کا سردار وہ ہوتا ہے جس سے لوگ نفع اٹھائیں کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیادت کو لوگوں میں اصلاح کے ساتھ معلق کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم"
(تفہیم البخاری، جلد چہارم، ص ۲۳۱)

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

علامہ نواب قطب الدین خان دہلوی لکھتے ہیں کہ

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت باسعادت:

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۵- رمضان المبارک ۳ھ ہجری میں اس عالم رنگ و بو میں جلوہ گر ہوئے۔ (تاریخ بغداد، جلد ا، ص ۱۴۰، سیر اعلام النبلاء از علامہ ذھبی، جلد ۳، ص ۲۴۶-۲۴۸) آپ کی ولادت باسعادت سے پہلے حضور نبی مکرم کی چچی محترمہ حضرت عباس عم رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت ام الفضل بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو کہ حضرت خدیجہ کے بعد سب سے پہلے ایمان لانے والی خاتون ہیں اور ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ہمشیرہ نے خواب دیکھا تو بارگاہِ رسالت مآب علیہ السلام میں حاضر ہو کر عرض کیا:

یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گویا آپ کے اعضاء مبارکہ میں سے ایک عضو میرے گھر میں موجود ہے ان کی یہ بات سن کر نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا:

رَأَيْتِ خَيْرًا تَلِدُ فَاطِمَةُ غُلَامًا فَتَرْضِعِينَهُ بِلَبَنِ قُثَمَ۔

(اولاد کو محبت اہل بیت سکھاؤ، ص ۱۷۱) (شرح مسلم سعیدی، جلد ۶، ص ۹۸۰)

''تو نے اچھا خواب دیکھا ہے فاطمہ لڑکا جنے گی تم قثم کو دودھ پلانے کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے) ''سید'' کے معنی اس شخص کے ہیں جو نیکی میں فائق ہو اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ ''سید'' اس شخص کو کہتے ہیں جو غصہ سے مغلوب نہ ہوتا ہو یعنی حلیم الطبع ہو ویسے سید کا اطلاق کئی معنوں پر ہوتا ہے مثلاً مربی، مالک، شریف، فاضل، کریم، حلیم، اپنی قوم کی ایذاء پر تحمل کرنے والا، رئیس، سردار اور پیشوا۔

(مظاہر حق، جلد پنجم، ص ۷۱۵)

حضرت سعید المقبری فرماتے ہیں کہ ہم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے کہ اچانک حضرت حسن ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما تشریف لائے تو انہوں نے سلام کیا۔ حضرت ابو ہریرہ نے کہا ''وعلیکم السلام یا سیدی'' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک یہ (امام حسن) سید ہیں۔

(کنز العمال جلد ۱۳، ص ۲۸۰)

ساتھ اس کو بھی دودھ پلاؤ گی۔"

چنانچہ اس کے بعد حضرت زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنم دیا ام الفضل نے اپنے بیٹے قثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی دودھ پلایا۔[1] اس سبب سے قثم بن العباس جناب رسول اللہ علیہ السلام کے چچا زاد ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کے نواسے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رضاعی بھائی بھی ہوئے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے کان میں اذان دی، بال مونڈھے اور بالوں کے برابر چاندی صدقہ کرنے کا حکم فرمایا۔ ان کی کنیت ابو محمد رکھی اور ان کی طرف سے دو مینڈھے بطور عقیقہ ذبح فرمائے اور ان کا گوشت صدقہ فرمایا۔

(جامع الترمذی باب الاذان فی اذن المولود، حدیث ۱۵۱۴، جلد ۴، ص ۸۲، ابوداؤد حدیث ۵۱۰۵، طبرانی ۹۸۶ے، البیہقی، جلد ۹، ص ۳۰۵، مصنف عبدالرزاق، ص ۹۸۶ے، تحفۃ المودود لابن القیم، ص ۳۱، و دیگر کتب)

دو دریا......دو موتی:

قارئین کرام: حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والدین کریمین

---

[1] منکرین علم نبوی کہا کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کو کیا علم کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے جبکہ حدیث مندرجہ بالا میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولادت سے قبل حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق فرما رہے ہیں کہ میری شہزادی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں بیٹا ہوگا بلکہ علم مافی عذ بھی بتا رہے ہیں کہ وہ بچہ یعنی امام حسن حضرت ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دودھ پیا کرے گا۔

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں کی ولادت کے وقت میں جنابہ سیدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کی دایہ تھی۔ جناب حسن کے وجود اقدس کا تابندہ ستارہ برج ولایت سے طلوع ہوا اور آپ کی پاکیزہ صفات ذات کا گوہر درخشندہ دُرج عصمت وطہارت سے ظہور پذیر ہوا۔ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خوشخبری پہنچائی گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہزادے کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی۔ الخ

(روضۃ الشہداء، جلد اول، ص ۳۹۶-۳۹۷)

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ہم نے ''دو دریا'' اس لیے تحریر کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ '' اور اس کی مختلف تفاسیر میں سے ایک یہ بھی ہے کہ یہ دو دریا حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ذوات قدسیہ ہیں۔

حضرت علی ہیں دریائے عظمت	حضرت فاطمہ ہیں دریائے عصمت
حضرت علی ہیں دریائے شجاعت	حضرت فاطمہ ہیں دریائے طہارت
حضرت علی ہیں دریائے سخاوت	حضرت فاطمہ ہیں دریائے ریاضت
حضرت علی ہیں دریائے محبت	حضرت فاطمہ ہیں دریائے مروت
حضرت علی ہیں دریائے عبادت	حضرت فاطمہ ہیں دریائے شہادت[۱]

اور جب یہ دونوں دریا ملتے ہیں تو ان سے امام
حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوتے ہیں جو ہیں سخاوت کے عظیم موتی
جب یہ دونوں دریا ملتے ہیں تو ان سے امام حسین
رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوتے ہیں جو ہیں: شہادت کے عظیم موتی

---

[۱]: ایک دریا حضرت مولائے کائنات:

دونوں میں سے ایک دریا حضرت مولائے کائنات باب مدینۃ العلم اخیٔ رسول زوج بتول سید الاولیاء برادرِ مصطفیٰ تاجدار ھل اتی مرتضیٰ مشکل کشا، حضرت سیدنا و مرشدنا مولا علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں آپ کے فضائل و مناقب کی تفصیل کے لیے ہماری کتاب اسرار خطابت، جلد ششم کا مطالعہ کریں۔

دوسرا دریا حضرت سیدۂ کائنات:

دوسرا دریا حضرت سیّدہ کائنات بنت رسول زوجہ حضرت علی المرتضیٰ والدۂ شہزادگانِ بہشت خاتون جنت مخدومۂ کونین مالکۂ دارین والدہ حسنین نبی کے دل کی چین رضی اللہ تعالیٰ عنہا بقول امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمت۔

سیّدہ زاہرہ طیبہ طاہرہ جانِ احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

آپ کے بہترین فضائل ہماری کتاب اسرار خطابت حصہ ششم میں ملاحظہ کیجئے۔

حضرت مولائے کائنات کرم اللہ تعالیٰ کی کل ازواج:

سابقین و موجودہ تمام مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت مولائے کائنات تاجدار ھل اتیٰ کرم اللہ وجھہ کی کل ازواج نو تھیں جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

۱- جنابہ سیدۃ النسآء حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہراء بنت سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔[۱]

۲- جنابہ ام البنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حزام بن خالد ۔[۲]

۳- جنابہ لیلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت مسعود۔

۴- جنابہ اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت عمیس [۳]

۵- جنابہ امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت ابو العاص ۔[۴]

۱: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لخت جگر اور سیدین کریمین طیبین طاہرین نیرین منورین حضرات امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی والدہ محترمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

۲: یہی وہ ام البنین ہیں جو شمر ذی الجوشن یعنی (قاتل امام حسین) کی سگی پھپھی ہیں۔

۳: حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا وہی اسماء ہیں جو خلیفہ اوّل حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ تھیں۔ بوقت وصال حضرت سیّدہ فاطمہ بنت رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انہیں کو طلب فرمایا تھا۔ صدیق اکبر کی وفات کے بعد ان کا نکاح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا۔

۴: جنابہ امامہ بنت ابو العاص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے بڑی شہزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی لخت جگر اور نبی کریم علیہ السلام کی سب سے بڑی اور پہلی نواسی تھیں۔ حضور نبی کریم علیہ السلام کو ان سے بڑی محبت تھی۔ اکثر کتب میں یہ ذکر کثرت سے موجود ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حالت نماز میں اپنی اس پیاری نواسی کو کندھوں پر سوار فرما لیتے اور بوقت رکوع اتار دیتے۔ ایک روایت (بخاری شریف) کے مطابق ایک ہار سرکار دو عالم علیہ السلام کو تحفہ میں بھیجا گیا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا: میں یہ ہار اسے ھبہ کروں گا جو مجھے اپنے اہل میں سب سے زیادہ پیارا ہوگا۔ وہ ہار نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو عطا فرمایا تھا افسوس کہ شیعہ نے تو ان کا ذکر چھپانا ہی تھا سنی بھی ان کا ذکر نہیں کرتے (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

۶- جنابہ خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت جعفر بن قیس۔

۷- جنابہ ام سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت عروہ بن مسعود۔

۸- جنابہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت ربیعہ۔

۹- جنابہ محیاۃ بنت امراء القیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

(خلفاء رسول، ص ۲۰۰، از حضرت علامہ سید خضر حسین آف منڈی بہاؤالدین)

حضرت مولائے کائنات رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کل شہزادے اور برادران

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کل تعداد:

مولائے کائنات حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے کل اٹھارہ شہزادے یعنی برادران امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہم سترہ کی تعداد میں تھے جن کے اسماء گرامیہ یہ ہیں:

۱- سیدنا امیر المومنین امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔[۱]

۲- سیدنا امام حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔[۲]

۳- سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔[۳]

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے) اور بڑے بڑے بلند پایہ خطباء و وارثان منبر و محراب کو معلوم ہی نہیں کہ حضرت امامہ ان صاحبۂ فضائل کثیرہ کا اسمِ گرامی ہے۔ حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وصیت کے مطابق آپ کے وصال کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے نکاح فرمایا۔ اس طرح حضرت علی کی یہ تیسری قرابت حضور سے ہوئی۔ پہلی یہ کہ وہ سرکار کے چچیرے بھائی ہیں۔ دوسری یہ کہ وہ حضور علیہ السلام کی لخت جگر کے شوہر ہیں۔ تیسری یہ کہ وہ حضور کی نواسی کے بھی شوہر ہیں۔

[۱-۲]: یہ دونوں شہزادے اور حضرت محسن رضوان اللہ علیہم اجمعین حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہراء بنت رسول علیہم السلام کے بطن اقدس سے تولد ہوئے۔

[۳]: سیدنا عمر بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کربلا میں امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ شہید ہوئے۔ شیعہ حضرات حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تعصب کی وجہ سے ان کا نام نہیں لیتے اور سنی حضرات نے بھی کبھی ان کی شہادت کو کبھی کسی شہادت کے جلسہ میں بیان نہیں کیا۔ یہ شیعہ ہمنوائی دانستہ یا نادانستہ ہے مگر ہے ضرور۔

۴- سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔[۱]

۵- سیّدنا جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۶- سیدنا عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۷- سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔[۲]

۸- سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۹- سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔[۳]

۱۰- سیدنا عون رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۱۱- سیدنا یحییٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۱۲- سیدنا محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۱۳- سیدنا اوسط رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۱۴- سیدنا محمد حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔[۴]

۱: حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ معرکۂ کربلا میں علمبردار لشکر حسینی تھے جو کہ حضرت ام البنین کے لخت جگر ہیں جو زوجہ حضرت علی ہیں اور شمر کی سگی پھپھی ہیں۔

۲: یہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حضرت مولائے کائنات کے لخت جگر ہیں جن کا تذکرہ مجالس شہادت میں مفقود ہے آخر اس کی کیا وجہ ہے؟

۳: سیدنا ابوبکر ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی نور نظر علی المرتضیٰ ہیں اور ابوبکر بن علی، عمر بن علی، عثمان بن علی شہداء کربلا میں سے ہین حضرت علی کا اپنے ان شہزادوں کے نام حضرت خلفاء ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نام پر رکھنا ان خلفائے راشدین سے انتہائی محبت کا عملی ثبوت نہیں تو اور کیا ہے؟ اور پھر ان کو ساتھ لے جانا اور کربلا میں شہید کروانا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت خلفاء راشدین کی واضح دلیل نہیں تو اور کیا ہے؟

۴: سیدنا محمد بن الحنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہی شہزادہ علی المرتضیٰ ہیں جن کے متعلق شیعہ مخدوش روایات کا پلندہ اور غلط پروپیگنڈہ کا دل کھول کر اظہار کرتے ہیں کہ وہ ایک وحّی سے حضرت علی کی اولاد تھی سنی عقیدہ کے مطابق یہ روایات محل نظر ہی نہیں بلکہ غلط ہیں کیونکہ ان کی والدہ کا نام کتب تواریخ میں موجود ہے جس کا ذکر عنقریب ''کون سی ازواج سے کونسی اولادیں پیدا ہوئیں) کے عنوان سے بیان ہوگا مگر حیرانی اس بات کی ہے کہ یہ فرقہ غالیہ ضالہ معطلہ حضرات اہل بیت کو انسانوں سے خارج کرتے ہوئے بھی نہیں چوکتا اور

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

۱۵- سیدنا محمد اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۱۶- سیدنا عمر اطرف رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۱۷- سیدنا محسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۱۸- سیدنا عمران رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (خلفائے رسول، ص ۲۰۰-۲۰۱)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے) حضرت محمد حنفیہ کو جنوں کی اولاد بتاتا ہے معاذ اللہ مگر تاجدار اہلسنّت حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمت اپنی عقیدت کا یوں اظہار کرتے ہیں کہ

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

اور

کیا بات رضؔا اس چمنستان کرم کی
زھراء ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول

حضرت مولائے کائنات رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہزادیاں اور ہمشیرگان امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعداد

حضرت مولائے کائنات کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی شہزادیاں بھی اٹھارہ ہیں جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

۱۔ حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا[۱]

۲۔ حضرت سیّدہ اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا[۲]

---

[۱] حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ معرکۂ کربلا میں شریک تھیں وہ حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب کی زوجہ محترمہ اور شہزادگان حضرات عون ومحمد کی والدہ تھیں یہ دونوں شہزادے کربلا میں شہید ہوئے۔ (رضوان اللہ علیہم اجمعین)

[۲] حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی وہی شہزادی ہیں جن کے متعلق فریقین (سنی وشیعہ) کی کتب کثیرہ میں یہ موجود ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امیر المومنین عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی درخواست وخواہش پر ان کا نکاح حضرت عمر سے کردیا تھا۔ ضروری نہیں کہ فقیر خادم اہلسنت یعنی محمد مقبول احمد سرور بھی اس سے متفق ہو اگر زندگی نے ساتھ دیا تو اس موضوع پر بھی تحقیق ضرور پیش کر دی جائے گی۔ انشاء اللہ العزیز

فی الحال اتنا ہی عرض کرنا کافی ہوگا کہ جس طرح سے یہ کہانی فریقین کی کتب میں شائع کی گئی ہے اس واقعہ کو پڑھ کر ایک عقیدت مند قاری کے قلب وذہن میں نہ تو غیرت وشان فاروقی کا وہ نقشہ قائم رہتا ہے جو اس کے ذہن میں محفوظ تھا اور دل کی طمانیت کا باعث تھا اور نہ ہی عظمت وعصمت حیدری کا وہ جلال باقی رہتا ہے جو اس قاری کے دماغ میں موجود تھا کیونکہ حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت علی وفاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سب سے چھوٹی اولاد ہیں اور ان کی تفصیل یوں ہے:

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

۳- حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا

۴- حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

۵- حضرت ام جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہا

۶- حضرت زینب الصغریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

۷- حضرت رملۃ الصغریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

۸- حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

۹- حضرت امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

۱۰- حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

۱۱- حضرت ام الحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے) ۱-حضرت امام حسن، ۲-حضرت امام حسین، ۳-حضرت محسن، ۴-حضرت زینب، ۵-حضرت رقیہ، ۶-حضرت اُم کلثوم جبکہ کئی مورخین نے حضرت اُم کلثوم کو حضرت فاطمہ کی شہزادی تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے اور اگر کہیں ان کا اقرار بھی موجود ہے جیسا کہ سیرت خلفاء راشدین میں تو اُم کلثوم جب سب سے چھوٹی شہزادی ہیں جن کی عمر حضرت فاروق اعظم کے دور خلافت میں بہت ہی چھوٹی ثابت ہوتی ہے تو ایسا نکاح مناسب نہیں ہے اگر ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس سلسلہ میں بطور دلیل پیش کیا جائے تو بھی ہم عرض کریں گے کہ ان کی عمر بوقت نکاح نو سال نہ تھی راوی کو غلط فہمی ہوئی ہے یا اس کے سماع میں خطا واقع ہوئی ہے۔ اس نے ''تِسْعَۃَ عَشَرَ'' کی جگہ ''تِسْعَۃَ'' کہہ دیا یعنی کہ انیس کی بجائے نو تو ان کی عمر مبارک بوقت نکاح انیس ۱۹ برس تھی۔ راوی کی اس بھول پر بہت سے محققین نے تحقیق کی ہے جو صحیح معلوم ہوتی ہے جس میں سے ایک عام اور بدیہی دلیل ہے کہ حضور علیہ السلام نے ان سے نکاح اس لیے فرمایا تھا کہ شریعت کے دو تہائی حصہ کی وہ راویہ بنیں تو نو سالہ دختر سے کیا شریعت روایت ہو سکتی ہے لہٰذا ان کی عمر بوقت نکاح تِسْعَۃَ عَشَرَ یعنی انیس (۱۹) سال کی تحقیق درست ہے لہٰذا اس مخدوش روایت کو دلیل بنا کر حضرت اُم کلثوم کا اس چھوٹی سی عمر میں نکاح ثابت کرنا بھی ایک واھمہ اور غلط فہمی کا نتیجہ ہے یعنی اُم کلثوم بنت فاطمہ و علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) حضرت عمر کے دور خلافت میں (جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے) قابل نکاح عمر میں نہ تھیں بلکہ بہت چھوٹی تھیں لہٰذا ایسا کہنا خارج از حقیقت اور اخلاق ہے (فافھموا و تدبروا)

۱۲- حضرت رملۃ الکبیریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

۱۳- حضرت ام الکرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا

۱۴- حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

۱۵- حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

۱۶- حضرت جمانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

۱۷- حضرت حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

۱۸-حضرت نصیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

کون سی ازواج سے کون سی اولادیں پیدا ہوئیں:

۱- حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے بطن اقدس سے حضرت امام حسن، امام حسین، محسن اور شہزادیاں حضرت زینب کبریٰ و اُم کلثوم پیدا ہوئے۔ حضرت محسن نے بچپن ہی میں وفات پائی۔ (رضوان اللہ علیہم اجمعین)

۲- حضرت ام البنین بنت حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضرت عباس، جعفر، عبداللہ اور عثمان پیدا ہوئے جو سب کے سب کربلا میں شہید ہوئے۔ (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)

۳- حضرت لیلیٰ بنت مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عبیداللہ اور ابوبکر کو یادگار چھوڑا اور ایک روایت کے مطابق یہ سب بھی حضرت امام حسین کے ساتھ شہید ہوئے۔ (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمین)

۴- حضرت اسماء بنت عمیس (جو پہلے حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں تھیں) سے یحییٰ و محمد پیدا ہوئے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

۵- حضرت ام حبیبہ بنت ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو کہ ام ولد تھیں ان سے حضرت عمر اور رقیہ پیدا ہوئیں۔ حضرت عمر نے طویل عمر پائی اور تقریباً پچاس برس کی عمر میں سینوع میں وفات پائی۔ (رضوان اللہ علیہم اجمعین)

۶- حضرت امامہ بنت ابو العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہا (رسول اللہ علیہ السلام کی نواسی) جو حضرت زینب بنت رسول اللہ (علیہ السلام) کی شہزادی ہیں ان کے بطن اقدس سے محمد الاوسط تولد ہوئے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

۷- حضرت خولہ بنت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہا محمد بن حنفیہ کی والدہ ہیں۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)[۱]

۸- حضرت ام سعید بنت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ام الحسن اور رملہ کبریٰ پیدا ہوئے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

۹- حضرت محیاۃ بنت امراء القیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی جو کہ بچپن میں ہی فوت ہو گئیں۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

متذکرہ بالا ازواج کے علاوہ متعدد لونڈیاں بھی تھیں ان سے حسب ذیل اولاد تولد ہوئی:

---

[۱] حضرت خولہ بنت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت محمد حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ہیں۔ شیعہ سنی کتابوں میں اسی طرح مذکور ہے مگر یار لوگوں نے حضرت محمد حنفیہ کے متعلق غلط سلط واقعات تحریر کر کے ان کو ایک وحشی کا بیٹا ثابت کرنے کی مذموم حرکت کی ہے جس کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے ایسے ہی اور بہت ساری موضوع باتیں ان لوگوں نے اپنی کتب میں نقل کی ہیں اور انساری روایات کے موجد متاخرین شیعہ ہیں متقدمین میں ان کا سراغ نہیں ملتا۔

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس ساری آل نبی و اولاد علی کے سردار اور دوسرے امام ہیں کیونکہ وہ سب سے بڑے ہیں اس لیے وہ سب سے اعلیٰ و افضل مرتبہ کے حامل ہیں۔ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا میرا یہ بیٹا حسن سردار ہے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

ام ہانی، میمونہ، زینب صغریٰ، رملہ صغریٰ، اُم کلثوم صغریٰ، فاطمہ، امامہ، خدیجہ، ام الکرام، ام سلمہ، ام جعفر، جمانہ، نفیسہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہن)

غرض حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سترہ یا اٹھارہ شہزادے اور اس قدر ہی شہزادیاں تھیں، ان میں سے پانچ سے سلسلہ نسل جاری رہا۔ ان کے اسماء گرامیہ یہ ہیں:

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(کتاب سیرۃ الخلفاء الراشدین، ص ۳۳۹-۳۴۰)

پانچویں اور آخری خلیفہ راشد...... حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ آخری (پانچویں) خلیفہ راشد ہیں۔ آپ کی ذات ستودہ صفات پر خلافت راشدہ ختم ہو جاتی ہے کیونکہ امام انبیاء سرور کائنات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واضح ارشاد فرمایا کہ جسے حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا:

"قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْخِلَافَۃُ فِیْ اُمَّتِیْ ثَلَاثُوْنَ سَنَۃً ثُمَّ مُلْکٌ بَعْدَ ذٰلِکَ۔"

"(میرے بعد) خلافت میری امت میں تیس برس رہے گی پھر اس کے بعد بادشاہت ہوگی۔"

(جامع الترمذی، جلد ثانی، ص ۴۵) (ابوداؤد شریف، جلد ثانی، ص ۲۹۰) (شیعہ کتاب احتجاج الطبرسی، جلد دوئم، ص ۴۶۵)

حضرت امام اجل جلال الدین السیوطی علیہ الرحمت نے اس حدیث مبارک کو اپنی معرکۃ الآراء تصنیف تاریخ الخلفاء ص ۲۹۳ (مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کراچی ترجمہ شمس بریلوی)

پر رقم فرمایا حافظ ابن کثیر نے اس حدیث کو البدایہ والنہایہ، جلد۴، ص۴۰۴ پر نقل کیا اور امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آخری خلیفہ راشد بھی لکھا۔ اس ارشاد نبوی کے مطابق یہ تیس سالہ مدت خلافت حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ششماہی خلافت پر پوری ہو جاتی ہے جس کی تفصیل کچھ یوں ہے:

مدت خلافت صدیقیہ:

حافظ الحدیث امام اجل حضرت علامہ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

''واقدی نے حضرت سیّدہ عائشۃ الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حوالہ سے ابن عمر، سعید ابن المسیّب (وغیرھم) رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے طُرق سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اسی روز بیعت کی گئی جس روز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا یعنی بروز دو شنبہ ۱۲- ربیع الاوّل ۱۱ھ ہجری۔''

(تاریخ الخلفاء مترجم: ترجمہ شمس بریلوی مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کراچی، ص۱۳۶)

''تریسٹھ (۶۳) سال کی عمر میں شب سہ شنبہ ۲۲- جمادی الاخریٰ ۱۳ھ ہجری آپ نے انتقال فرمایا۔'' (تاریخ الخلفاء ایضاً ص۱۴۸)

انعقاد خلافت	۱۲- ربیع الاوّل ۱۱ھ ہجری
اختتام خلافت	۲۲- جمادی الآخر ۱۳ھ ہجری
پوری مدت خلافت	۲ سال ۳ ماہ [1]

حالانکہ یہ مدت غلط بیانی ہے کیونکہ ربیع الاوّل تا جمادی الآخر ۳ ماہ اور ۱۱ھ تا ۱۳ھ

[1]: ایک اور روایت کے مطابق حاکم ابن عمر کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو سال سات ماہ خلافت پر فائز رہے۔ (تاریخ الخلفاء اردو، ص۱۵۲)

ہجری دو سال یعنی دو سال تین ماہ بنتے ہیں اور یہی درست ہے اور سات ماہ والی بات صحیح نہیں ہے۔ (فقیر سرور)

مدت خلافت فاروقیہ:

حضرت سیدنا عمر الفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات ہی میں بماہِ جمادی الاخریٰ ۱۳ھ ہجری خلافت کے لیے نامزد ہو گئے تھے۔

زہری کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جس روز انتقال ہوا آپ اسی روز منتخب ہو گئے تھے یعنی بروز سہ شنبہ ۲۲ جمادی الثانی ۱۳ھ ہجری۔

(تاریخ الخلفاء، اردو، ص ۲۰۸)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۲۶ ذوالحجہ ۲۳ ہجری بروز چہار شنبہ شہید ہوئے۔

(تاریخ الخلفاء، اردو ص ۲۱۵)

انعقاد خلافت	۲۲ جمادی الاخریٰ ۱۳ھ ہجری
اختتام خلافت	۲۶ ذوالحجہ ۲۳ھ ہجری
پوری مدت خلافت	۱۰ سال، چھ ماہ [1]

مدت خلافت عثمانیہ:

امام سیوطی فرماتے ہیں کہ

''حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت (آپ کی وفات) کے تین روز بعد آپ (حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے بیعت کی گئی۔'' (ایضاً ص ۲۳۷)

---

[1] مترجم شمس بریلوی نے رقم فرمایا ہے کہ ''لہٰذا آپ نے گیارہ سال خلافت فرمائی۔'' (تاریخ الخلفاء، ص ۲۱۵، ۲) لیکن یہ نادرست ہے اور صحیح یہی ہے کہ جمادی الآخر ۱۳ھ تا ذوالحجہ ۱۳ھ چھ ماہ اور ۱۳ھ ہجری تا ۲۳ھ ہجری دس سال یعنی دس سال چھ ماہ مکمل مدت خلافت ہے۔'' (فقیر سرور)

گویا آخری تواریخ ذوالحجہ ۲۳ھ ہجری یا ابتدائی تواریخ محرم الحرام ۲۴ھ ہجری کو آپ کی خلافت کا انعقاد ہوا حضرت سیوطی ہی فرماتے ہیں کہ

آپ ذوالحجہ ۳۵ھ ہجری میں شہید کر دیئے گئے۔ زہری کہتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارہ سال خلافت کی۔ (ایضاً، ص ۲۴۰)

انعقاد خلافت	ذوالحجہ ۲۳ھ ہجری
اختتام خلافت	ذوالحجہ ۳۵ھ ہجری
پوری مدت خلافت	۱۲ سال مکمل

مدت خلافت حیدریہ:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے دوسرے روز تمام صحابہ کرام (علیہم الرضوان) نے حضرت طلحہ و حضرت زبیر کے سوا مدینہ (منورہ) میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کی۔"

(تاریخ الخلفاء، اردو، ص ۲۶۰)

گویا اواخر ذی الحجہ ۳۵ھ ہجری میں خلافت حیدریہ کی ابتداء ہوئی۔ جمعرات ۱۷ رمضان المبارک ۴۰ھ ہجری کو ابن ملجم ملعون نے آپ پر جامع مسجد کوفہ میں حملہ کیا یہ زخم بہت کاری تھا اس کے باوجود مولا علی کرم اللہ وجہہ جمعہ و ہفتہ بقید حیات رہے مگر اتوار کی شب آپ کی روح بارگاہ قدس میں پرواز کر گئی۔

(تاریخ الخلفاء، ص ۲۶۲، اردو مطبوعہ کراچی)

تو اس لحاظ سے آپ کی شہادت شب پیر ۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ ہجری واقع ہوئی۔

انعقاد خلافت	ذوالحجہ ۳۵ھ ہجری

اختتام خلافت	رمضان ۴۰ھ ہجری
پوری مدت خلافت	محرم تا رمضان، ۹ ماہ ۳۶ھ ہجری تا ۴۰ھ ہجری، ۴ سال یعنی ۴ سال، ۹ ماہ۔

خلافت صدیقیہ تا خلافت حیدریہ پوری مدت:

امام سیوطی کی اس قدر تصریح سے واضح ہوا کہ

حضرت سیدنا ابوبکر الصدیق الاکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مکمل مدت خلافت ہوئی	۲ سال	۳ ماہ
حضرت سیدنا عمر الفاروق الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مکمل مدت خلافت ہوئی۔	۱۰ سال	٦ ماہ
حضرت سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مکمل مدت خلافت ہوئی۔	۱۲ سال	۵ ماہ
حضرت سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مکمل مدت خلافت ہوئی۔	۴ سال	۹ ماہ
تو اس طرح چاروں خلفاء راشدین کی مدت خلافت ہوئی	۲۸ سال، ۱۸ ماہ یعنی ۲۹ سال ٦ ماہ	

مدت خلافت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت خلافت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد کی گئی اور اس کے چھ ماہ بعد حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت امیر معاویہ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہو گئے اور خلافت راشدہ بفرمان رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی تیس سالہ مدت پوری فرما کر اختتام کو پہنچی اور

پھر بادشاہت کا دور شروع ہوا اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سلطان عادل ہوئے جیسا کہ حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

''جب حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان (امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے حق میں خلافت سے دستبرداری فرمالی تب وہ سلطان برحق ہوئے۔'' (مرآت شرح، مشکوٰۃ، جلد ۵، ص ۳۶۵، مطبوعہ قادری پبلشرز لاہور)

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ الصواعق المحرقہ میں فرماتے ہیں جس کا اردو ترجمہ یہ ہے کہ

''آپ (حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اپنے نانا کی نص[۱] کے مطابق آخری خلیفہ راشد ہیں اپنے باپ کی شہادت کے بعد اہل کوفہ کی بیعت سے آپ خلیفہ بنے اور چھ ماہ چند دن تک خلیفہ رہے۔ آپ خلیفہ برحق اور امام عادل و صادق ہیں اور اپنے نانا کی اس پیشگوئی کو پورا کرنے والے ہیں جو آپ نے ان الفاظ میں فرمائی ہے کہ میرے بعد خلافت تیس سال تک رہے گی۔'' (الصواعق المحرقہ اردو ترجمہ برق سوزاں، ص ۴۵۷، ۴۵۸)

---

[۱] امام ابن مکی حجر کی اصل عبارت عربی ملاحظہ ہو:

"هُوَ آخِرُ الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِيْنَ بِنَصِّ جَدِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِيَ الْخِلَافَةَ بَعْدَ قَتْلِ اَبِيْهِ بِمُبَايَعَةِ اَهْلِ الْكُوْفَةِ فَاَقَامَ بِهَا سِتَّةَ اَشْهُرٍ وَّاَيَّامًا خَلِيْفَةُ حَقٍّ وَّاِمَامُ عَدْلٍ وَّ صِدْقٍ تَحْقِيْقًا لِمَا اَخْبَرَ بِهٖ جَدُّهُ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَوْلِهٖ "اَلْخِلَافَةُ بَعْدِيْ ثَلٰثُوْنَ سَنَةً" فَاِنَّ تِلْكَ السِّتَّةَ الْاَشْهُرَ هِيَ الْمُكَمِّلَةُ لِتِلْكَ الثَّلٰثِيْنَ فَكَانَتْ خِلَافَتُهٗ مَنْصُوْصًا عَلَيْهَا۔ الخ.

(الصواعق المحرقہ، ص ۱۳۵، ۱۳۶، مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان)

اسی صفحہ پر حاشیہ نمبر ۱ ملاحظہ ہو جس کا ترجمہ ہم نے متن میں پیش کر دیا ہے۔

امام نبھانی فرماتے ہیں کہ ''نص حدیث کے ساتھ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ آخری خلیفۂ راشد ہیں۔''

(الشرف المؤبد لآل محمد، ص ۸۴)

اسی کے حاشیہ اپر موجود ہے کہ

''بزار اور بیہقی نے الاعتقاد میں بیان کیا ہے جیسا کہ محمد صدیق حسن خان نے ''حضرات التجلّی'' میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام سفینہ سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ ''خلافت تیس سال رہے گی اس کے بعد ملوکیت آجائے گی'' اسے اصحاب سنن نے بیان کیا ہے اور ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ سعید بن جمہان کہتے ہیں کہ مجھے سفینہ نے کہا کہ حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی کی خلافت کے دامن سے وابستہ رہ کر یہ تیس سال بنتے ہیں[1] اور سیوطی نے کہا ہے کہ ان

---

[1]: امام ترمذی علیہ الرحمت نے بھی حضرت سعید بن جمہان کے یہ الفاظ نقل فرمائے ملاحظہ ہو وہ فرماتے ہیں کہ

ثُمَّ قَالَ لِیْ سَفِیْنَۃُ اَمْسِكْ خِلَافَۃَ اَبِیْ بَکْرٍ ثُمَّ قَالَ وَخِلَافَۃَ عُمَرَ وَخِلَافَۃَ عُثْمَانَ ثُمَّ قَالَ اَمْسِكْ خِلَافَۃَ عَلِیٍّ فَوَجَدْنَاهَا ثَلٰثِیْنَ سَنَۃً الخ۔ (جامع الترمذی، جلد ثانی، ص ۴۵)

حیرانگی ان خارجی ملاؤں پر ہوتی ہے جو اس قول کو سامنے رکھ کر امام حسن کو خلافت راشدہ سے نکالتے ہیں مگر بنو امیہ کو خلافت راشدہ میں شمار رکھتے ہیں حالانکہ وہ امام حسن کے بعد نام نہاد خلافت قابض ہوئے جبکہ یہی سعید بن جمہان فرماتے ہیں کہ

قَالَ سَعِیْدٌ فَقُلْتُ لَہٗ اَنَّ بَنِیْ اُمَیَّۃَ یَزْعَمُوْنَ اَنَّ الْخِلَافَۃَ فِیْھِمْ قَالَ کَذَبُوْا بَنُو الزَّرْقَاءِ بَلْ ھُمْ مُلُوْكٌ مِّنْ شَرِّ الْمُلُوْكِ۔ (جامع الترمذی، جلد ۲، ص ۴۵)

فرمایا سعید نے کہ میں نے حضرت سفینہ سے عرض کیا بنو امیہ سمجھتے ہیں کہ خلافت ان میں ہے تو آپ نے فرمایا بنو زرقا (بنو امیہ) جھوٹے ہیں (وہ خلفاء نہیں) بلکہ وہ شریر بادشاہوں میں سے بادشاہ (شریر) ہیں۔

پھر یہ خارجی امام حسن ہی کو نہیں بلکہ آپ کے والد گرامی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی خلیفہ راشد تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں بلکہ ان کی خلافت کو نام نہاد خلافت اور انہیں نام نہاد خلیفہ کہتے ہیں۔ ملاحظہ ہو کتب ''خلافت راشدہ، حقیقت مذہب شیعہ، سادات بنی رقیہ'' مولوی فیض عالم صدیقی نے شہہ سرخیوں سے لکھا ہے ''حضرت علی کی نام نہاد خلافت'' وغیرہ وغیرہ، معاذ اللہ۔

اہلسنّت وجماعت کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ چوتھے اور حضرت امام حسن پانچویں اور آخری خلیفہ راشد ہیں اس کے بعد خلافت راشدہ ختم ہوگئی۔ (کما مر فی الحدیث)

تیس سالوں میں خلفاء اربعہ اور حضرت حسن کا زمانہ خلافت بھی شامل ہے۔ آپ چھ ماہ اور چند دن تک تخت خلافت پر رونق افروز رہے پھر ۴۱ ہجری میں مسلمانوں کو خونریزی سے بچانے کے لیے خلافت سے دستبردار ہو گئے۔''

(الصواعق المحرقۃ عربی ص۱۳۵، اردو ترجمہ برقِ سوزاں حاشیہ ا ص ۴۵۷ مطبوعہ مکتبہ الجمال فیصل آباد)

امام سیوطی علیہ الرحمت اپنی تصنیف لطیف ''تاریخ الخلفاء'' میں فرماتے ہیں کہ ''حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد ماجد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد چھ ماہ تک خلافت کے منصب پر فائز رہے۔''

(تاریخ الخلفاء، ص ۲۸۱، ترجمہ شمس بریلوی مطبوعہ کراچی)

خلافت امام حسن پر دلیل:

نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کا یہ ارشاد کہ ''میرا یہ بیٹا (حسن) سردار ہے مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح کروا دے گا'' جسے بخاری، مسلم، ترمذی، مشکوٰۃ اور ایک عظیم ذخیرہ کتب میں محدثین کرام نے نقل فرمایا ہے اس میں لفظ سردار کیا خلافت امام حسن پر صریح اشارہ نہیں ہے؟ اور پھر امام حسن کی صلح کا ارشاد کیا خلافت کا منہ بولتا ثبوت نہیں ہے؟ کیونکہ ایسے فیصلے عام انسان نہیں کرتا وہی کرتا ہے جس کے پاس اختیار ہو آپ کا دو عظیم گروہوں کے درمیان صلح کروانا من حیث الخلیفہ تھا جس سے مدت خلافت راشدہ پایہ تکمیل کو پہنچی اور سرکار علیہ السلام کے دونوں ارشادات پورے ہوئے۔

ایک اور دلیل:

اسی امر کی طرف نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ایک اور ارشاد پاک میں

اشارہ فرمایا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ

"اسلام کی ابتداء نبوت اور رحمت سے ہوئی اس کے بعد خلافت و رحمت ہوگی اس کے بعد ملوکیت و جبر کا دور دورہ ہوگا"

یہ حدیث حسن ہے۔

(تاریخ الخلفاء، ص ۲۷۴، اردو ترجمہ شمس بریلوی مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کراچی)

نبوت خود امام الانبیاء خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم ہوگئی۔

خلافت کا دور حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ختم ہوگیا۔

سلطنت رحمت کا دور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ختم ہوگیا۔

ملوکیت و جبر کا دور یزید سے شروع ہوکر کہ تمام باقی بنو امیہ کے آخری جابر تک رہا جسے قرآن کریم میں شجر ملعونہ سے تعبیر کیا گیا ہے اور حدیث مبارکہ میں فرمایا گیا ہے کہ مجھے بنو امیہ کو میرے منبر پر بندروں کی طرح ناچتے ہوئے دکھایا گیا تو مجھے لیلۃ القدر عطا فرمائی گئی جو ایک ہزار ماہ سے بہتر ہے۔ یزید سے لے کر بنو امیہ کے آخری ظالم بادشاہ تک یہ جبر کا دور ایک ہزار ماہ کا دور بنتا ہے اور فرمایا کہ مجھے کوثر عطا فرمایا گیا تاکہ قلب محزون کا حزن و ملال کافور ہو یہ احادیث آج بھی کتب احادیث میں سورج کی طرح چمک رہی ہیں اور ان ہزار ماہ کی تفصیل و تائید بھی اقوال صحابہ و تابعین سے ساتھ ساتھ موجود ہے حوالجات کے لیے ملاحظہ ہوں مندرجہ ذیل کتب:

۱- جامع الترمذی، جلد ثانی، ص ۱۷۱، فضائل لیلۃ القدر

۲- تفہیم البخاری، جلد ہفتم، ص ۱۶۲، از علامہ غلام رسول رضوی علیہ الرحمت

۳- تاریخ الخلفاء، اردو، ص ۴۵۵، از شمس بریلوی

۴- عینی شرح بخاری جلد ص علامہ عینی شارح بخاری

۵- البدایہ والنہایہ المجلد الرابع، ص ۴۰۶، مطبوعہ مکتبہ فاروقیہ پشاور

دیگر بے شمار کتب کے حوالجات پیش کیے جا سکتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ بنو امیہ کے دور سے پہلا دور خلافت راشدہ کا دور تھا۔ خیر و رحمت کا دور تھا اور خلافت راشدہ کا دور ختم ہوا تیس سال کی مدت میں اور وہ تیس سال حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بغیر پورے ہوتے ہی نہیں لہٰذا آخری خلیفہ راشد حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خیر کی باتیں دریافت کرتے رہتے تھے اور میں آپ سے شرّ اور فتنوں کے متعلق پوچھا کرتا تھا اس خیال سے کہ کہیں میں فتنہ اور شرّ میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔ ایک دن میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! ہم جاہلیت میں گرفتار اور شر میں مبتلا تھے تو پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس بھلائی (اسلام) سے سرفراز کیا۔ کیا اس بھلائی کے بعد بھی کوئی برائی پیش آنے والی ہے؟ فرمایا ہاں! میں نے عرض کیا اس بدی کے بعد بھی کوئی بھلائی ہوگی؟ فرمایا ہاں لیکن اس میں کدورتیں ہوں گی۔ میں نے عرض کیا وہ کدورتیں کیا ہوں گی؟ فرمایا کدورتوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو میرے طریقہ کے خلاف طریقہ اختیار کر کے لوگوں کو میری راہ کے خلاف راہ بتائیں گے تُو ان میں دین بھی دیکھے گا اور دین کے خلاف باتیں بھی میں نے عرض کیا؟ کیا اس بھلائی کے بعد بھی برائی ہوگی؟ تو فرمایا:

نَعَمْ دُعَاةٌ عَلٰی اَبْوَابِ جَهَنَّمَ مَنْ اَجَابَهُمْ اِلَيْهَا قَذَفُوْهُ فِيْهَا۔

ہاں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو دوزخ کے دروازے پر کھڑے ہوں گے، لوگوں کو بلائیں گے اور جو لوگ ان کی بات مانیں گے وہ ان کو جہنم میں دھکیل دیں گے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! ان کا حال مجھ سے بیان فرمائیے۔ فرمایا وہ ہماری قوم سے ہوں گے اور ہماری زبان میں گفتگو کریں گے۔ میں نے عرض

کیا اگر وہ زمانہ میں پاؤں تو آپ میرے لیے کیا حکم فرماتے ہیں؟ فرمایا مسلمانوں کی جماعت کو لازم پکڑو اور ان کے امام کی اطاعت کرو۔ میں نے عرض کیا اگر اس وقت مسلمانوں کی جماعت اور امام نہ ہو تو کیا کروں؟ فرمایا تو تم ان تمام فرقوں سے علیحدہ ہو جاؤ اگرچہ تمہیں کسی درخت کی جڑ میں پناہ لینی پڑے یہاں تک کہ اسی حالت میں تم کو موت آ جائے۔

(بخاری شریف، جلد اوّل، ص ۵۰۹، وجلد ثانی، ص ۱۰۴۹، مسلم شریف، جلد اوّل، ص ۸۲)

اس حدیث میں جو تین احوال بیان کئے گئے ہیں یہ خلافت کے تین احوال ہیں۔ پہلی قسم خیر محض کی ہے اور یہ خلفاء راشدین کی خلافت ہے جو خلافت علی منہاج النبوت ہے۔ دوسری قسم وہ جو آپ نے فرمایا اس خیر کے بعد شر ہوگا یہ ملوکیت کا دور ہے جو خلافت راشدہ کے بعد عمر بن عبد العزیز تک رہا۔ تیسری وہ قسم ہے جو آپ نے فرمایا اس شر کے بعد خیر ہوگی لیکن اس میں میل کی آمیزش ہوگی۔ اس کی تفسیر عمر بن عبد العزیز کے دور خلافت سے لی گئی ہے۔ اس کے بعد جو ملوک وسلاطین آئیں گے ان کو آپ نے شر کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے۔

(اکمال اکمال المعلم، جلد ۵، ص ۱۹۲، بحوالہ شرح مسلم سعیدی، جلد ۵، ص ۸۱۱)

سعیدی صاحب کی اس تشریح سے صاف ظاہر ہے کہ پہلا دور جسے خالص اسلام اور خیر کا دور کہا گیا وہ خلافت راشدہ کا دور ہے اور بنو امیہ کی حکومت سے پہلے کا دور ہے اور ظاہر ہے کہ بنو امیہ کی حکومت خلافت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فوراً بعد شروع ہوتی ہے لہٰذا آپ آخری خلیفہ راشد ہیں۔ آپ کے بعد برا دور شروع ہو گیا جسے ''ملك مِنْ شَرِّ الْمَلُوْكِ'' فرمایا گیا۔

معلوم ہوا کہ سیدنا امام حسن نہ صرف خلیفہ راشد تھے بلکہ خاتم الخلفاء الراشدین تھے یہی وجہ ہے کہ منکرین خلافت راشدہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اچھا

نہیں جانتے اور نہ ہی اس وقت اچھا جانتے تھے جبکہ آپ نے خلافت سے دستبرداری فرما کر دورِ خلافتِ راشدہ کو مکمل فرمایا۔

کرادرِ شیعانِ حیدر کرّار:

شیعانِ حیدر کرار جنہوں نے اہل بیت کی محبت کا جعلی لبادہ اوڑھ رکھا تھا (آپ نے جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صلح کی اور خلافت سے دستبردار ہو گئے تو) آپ کو اے عار المومنین کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ اس پر آپ فرماتے تھے کہ میں نے اپنے نانا جان کی امت کو کشت و خون سے بچایا ہے اور تم مجھے عار المومنین (مسلمانوں کو ذلیل کرنے والا) کہتے ہو..... اور فرمایا کرتے کہ عار نار سے بہتر ہے۔

ایک شخص نے آپ کو یہ کہہ کر پکارا ''اے مسلمانوں کو ذلیل کرنے والے السلام علیکم'' (اس پر آپ نے فرمایا کہ میں مسلمانوں کو ذلیل کرنے والا نہیں ہوں البتہ میں نے یہ پسند نہیں کیا کہ میں ملک (حکومت) کے لیے جدال و قتال کراؤں۔

(تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی مطبوعہ کراچی، ص۲۸۲)

تواریخ و سیر کی شیعہ و سنی کتب اور کتب احادیث کے حاشیہ جات آج بھی پکار پکار کر صدائیں دے رہے ہیں کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست حق پرست پر چالیس ہزار افراد نے مر مٹنے کی بیعت کی تھی اور یہ عہد کیا تھا کہ آپ خلافت کے لیے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنگ کریں ہم آپ کے لیے اپنا تن من دھن قربان کریں گے مگر اپنے نانا جان کے راز دان کو معلوم تھا کہ اب دور خلافت راشدہ ختم ہو چکا ہے۔ تیس سال خلافت کے مکمل ہو چکے ہیں اس لیے محض سلطنت دنیاوی کی خاطر مسلمانوں کا خون بہانا مناسب نہیں ہے۔

فقیر اللہ رب العزت کی قسم اٹھا کر کہتا ہے اگر اس وقت سے آگے دور خلافت

راشدہ باقی ہوتا تو حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اپنے والد گرامی کی طرح میدانِ مبارزت میں اترتے۔

معلوم ہوا کہ حضرت شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پہلے تین خلفاء راشدین کے دور میں خاموش رہنا اور میدان مبارزت میں نہ اترنا ان خلفاء کے برحق ہونے کی واضح اور بین دلیل ہے اور حضرت امیر معاویہ کے مقابلہ پر جنگ کے لیے نکلنا ان کی اپنی خلافت کے برحق و راشدہ ہونے کی دلیل اور حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنگ نہ کرنا خلافت راشدہ کے اختتام کی دلیل ہے۔

پھر لوگوں کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ اگر خلافت راشدہ ختم ہو چکی تھی اور جنگ نہ کرنا ہی مناسب و اولیٰ تھا تو حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید سے جنگ کیوں کی؟

تو جواب یہ ہے کہ یزید کا دور جبر و استبداد کا دور تھا اس ہزار ماہ کا پیش خیمہ تھا جو ظلم و ستم کا سیاہ ترین دور ہے جیسا کہ فقیر نے گزشتہ سطور میں عرض کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے بنو امیہ کو اپنے منبر مبارک پر ناچتے ملاحظہ فرمایا اور پھر انہیں بنو امیہ کے لونڈوں کو شجر ملعونہ کہا گیا اور اسی وجہ سے نبی کریم کو بمعہ بنو امیہ کے تین قبیلوں سے سخت نفرت تھی حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

تین قبائل سے نفرت تھی:

مَاتَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ یُکْرِہُ ثَلٰثَۃَ اَحْیَاءٍ ثَقِیْفَۃَ وَبَنِیْ حُنَیْفَۃَ وَبَنِیْ اُمَیَّۃَ۔

(جامع الترمذی، جلد ثانی، ص ۲۳۳، مشکوٰۃ شریف، ص ۵۵۱)

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال اس حال میں ہوا کہ آپ تین

قبائل کو مکروہ خیال فرماتے تھے: ۱۔ بنو ثقیف، ۲۔ بنو حنیفہ، ۳۔ بنو امیہ۔"

ایک اور روایت میں ارشاد فرمایا:

اِنَّ اَهْلَ بَيْتِيْ سَيَقْتُلُوْنَ بَعْدِيْ مِنْ اُمَّتِيْ قَتْلًا وَّتَشْرِيْدًا وَاِنَّ اِشْتَدَّ قَوْمِنَا لَنَا بُغْضًا بَنِيْ اُمَيَّةَ وَ بَنُوْ مَخْزُوْمٍ رَوَاهُ حَاكِمٌ۔

(الشرف المؤبد لآل محمد، ص ۹۰)

"میرے بعد میری امت کے لوگ میرے اہل بیت کو قتل کر دیں گے اور ان کی نافرمانی کریں گے ہماری قوم میں ہمارے ساتھ سب سے زیادہ بغض رکھنے والے بنو امیہ اور بنو مخزوم ہوں گے۔" یہ روایت حاکم نے بیان کی۔

علاوہ ازیں حدیث کی بیسیوں کتب میں ہے کہ سرکار کے جلیل القدر صحابی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دعا فرمایا کرتے تھے کہ یا اللہ! مجھے ساٹھ ہجری اور امارۃ الصبیان یعنی لونڈوں کی حکومت سے بچا اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ساٹھ ہجری اور امارۃ الصبیان سے اللہ کی پناہ مانگا کرو اسے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا۔ (البدایہ والنہایہ)

پھر یزید تارک الصلوٰۃ شارب الخمر حدود اللہ کو توڑنے والا زانی شرابی بدمعاش و عیاش تھا۔ خلیفہ راشد نہ تھا اس لیے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے جنگ فرمائی اور قوم کو تا قیامت یہ سبق دیا کہ

چڑھ جائے کٹ کے سر ترا نیزے کی نوک پر
لیکن یزیدیوں کی اطاعت نہ کر قبول

اور

جب بھی کبھی ضمیر کے سودے کی بات ہو
ڈٹ جاؤ تم حسین کے کردار کی طرح

امام حسین نے یہ ثابت کر دیا کہ میرے برادر اکبر سیدنا امام حسن کا یہ صلح کرنا اور خلافت سے دستبردار ہونا بالکل درست تھا کیونکہ

اگر میں شجاعت حیدری کا علمبردار ہوں تو وہ میرے بڑے بھائی ہیں وہ کمزور کیسے ہو سکتے ہیں۔

اگر میں نے سیّدہ فاطمہ کا غیرت والا دودھ نوش جاں کیا ہے تو امام حسن نے بھی کیا ہے۔

اگر میں جناب رسول اللہ علیہ السلام کا نواسہ ہوں تو امام حسن بھی انہیں کے نواسہ ہیں۔

اگر میں باطل کے خلاف نبرد آزما ہو سکتا ہوں تو وہ بھی ہو سکتے ہیں۔

مگر معاملہ یہ تھا کہ

یزید...... اور امیر معاویہ ایک جیسے نہیں بلکہ زمین آسمان کا فرق ہے۔

یزید کے متعلق نبی کریم علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ

سب سے پہلا بدعتی:

اَوَّلُ مَنْ يُّبَدِّلُ سُنَّتِىْ رَجُلٌ مِّنْ بَنِىْ اُمَيَّةَ يُقَالُ لَهٗ يَزِيْدُ۔

(البدایہ والنہایہ، جز رابع، ص ۲۳۰)

"سب سے پہلے میری سنت کو تبدیل کرنے والا آدمی بنو امیہ سے ہوگا جسے یزید کہا جائے گا۔"

اور امیر معاویہ کے متعلق سرکار علیہ السلام نے فرمایا:

امیر معاویہ کیلئے دعا:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا وَّمَهْدِيًّا وَّاهْدِ بِهٖ۔ (جامع الترمذی، جلد ثانی، ص ۲۲۵)

''یا اللہ! اس کو ہادی مہدی بنا اور ذریعہ ہدایت بنا۔''

لہٰذا یزید کا معاملہ اور ہے اور امیر معاویہ کا اور...... اگر یزید کا معاملہ بھی امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بارے بھی فرمادیتے کہ میرا حسین مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرائے گا جیسا کہ امیر معاویہ و امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے فرمایا کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے اور اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح کروادے گا۔ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق یہ ارشاد فرمانا اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق ایسا نہ فرمانا معاملہ کو سورج کی طرح واضح کر رہا ہے کہ ان دونوں شخصیوں میں جنت کے یہ دونوں سردار اپنے اپنے مقام پہ برحق تھے لہٰذا ہم اپنے ان دونوں سرداروں کے بے مثال ولازوال کردار کی روشنی میں صراط مستقیم پر گامزن ہیں اور انشاء اللہ العزیز گامزن رہیں گے۔

جس شخصیت سے جنت کے ان سرداروں کی صلح ہے اس سے ان کے
تابعداروں کی بھی صلح۔
جس ملعون سے جنت کے ان سرداروں کی جنگ ہے اس سے ان کے
تابعداروں کی بھی جنگ۔

شیعہ تو نفاق سے کام لیتے ہیں:

شیعہ حضرات تو نفاق سے کام لیتے ہیں اور ایک امام کو مانتے ہیں دوسرے کی نفی کرتے ہیں بلکہ امام حسن کو تو شیعہ مسلمان نہیں سمجھتے۔ ملاحظہ ہو جب سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صلح کی تو ان شیعانِ علی نے کہا:

اَشْرَكْتَ يَا حَسَنُ كَمَا اَشْرَكَ اَبُوْكَ مِنْ قَبْلُ۔

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ، جلد ا، ص ۵۴۰)

''اے حسن کیا تو نے بھی اسی طرح شرک کیا جس طرح تجھ سے قبل تیرے باپ نے کیا۔'' (معاذ اللہ) (الارشاد للشیخ المفید، ص ۱۹۰)

پس ہمہ برخاستند گفتند او مثل پدرش کافر شد

(جلاء العیون ملا باقر مجلسی، ص ۲۵۲)

پھر سب شیعہ اٹھ گئے اور انہوں نے کہا اپنے باپ کی طرح یہ بھی (معاذ اللہ) کافر ہو گیا۔

کافر شدی چنانچہ پدرتو کافر شد (ترجمہ یہی ہے) (جلاء العیون، ص ۲۵۳)

جراح ابن سنان نے کہا:

اے حسن کافر شدی چنانکہ پدرت کافر شد (ترجمہ وہی ہے)

(منتہی الامال، جلد اوّل، ص ۱۶۵)

ایں مرد کافر شد (ایضاً)

شیعوں نے امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لوٹ لیا:

بلکہ تاریخ ائمہ کا مصنف غلام حسین نجفی لکھتا ہے کہ

''امام حسن نے معاویہ سے صلح کر لی پس جب یہ خبر دونوں جگہ شائع ہوئی تو امام حسن کی فوج میں بغاوت پھیل گئی فوجی آپ کے خیمے پر ٹوٹ پڑے آپ کا کل اسباب لوٹ لیا آپ کے نیچے سے مصلیٰ تک گھسیٹ لیا دوش پر سے ردا بھی اتار لی۔'' (تاریخ ائمہ، ص ۲۵۳)

ملاں باقر مجلسی لکھتا ہے کہ

"بخیمہٗ آنحضرت ریختند واسباب حضرت راغارت کردند حتیٰ مصلائے حضرت رااززیرپائش کشیدند وردائے مبارک راازدوشش ربودند۔"

(جلاء العیون، ص ۲۵۲)

(ترجمہ وہی ہے)

"رسید ملعونے از قبیلۂ بنی اسد کہ اوراصراح بن اسنان گفتند لجام اسپ آنحضرت را گرفت خنجرے برران مبارکش زد کہ استخوان شکاوت بروایت دیگر پہلوئے مبارکش زر و گفت کافرشدی چنانچہ پدر تو کافرشد۔"

(جلاء العیون ملاباقرمجلسی، ص ۲۵۲-۲۵۳)

قبیلہ بنی اسد سے ایک ملعون کہ اسے صراح بن سنان کہتے ہیں آیا حضرت کے گھوڑے کی لگام کو پکڑا اوران کی ران مبارک پرخنجر مارا حتیٰ کہ ہڈیاں ٹوٹ گئیں۔ دوسری روایت کے مطابق ان کے پہلوئے مبارک پرخنجر مارا اور کہا کہ تو بھی اپنے باپ کی طرح کافر ہو گیا۔ (معاذ اللہ)

"برآنحضرت بشوریدند وبخیمہٗ آنحضرت ریختند واسباب ہرچہ یافتند غارت کردند حتیٰ مصلائے آنجناب رااززیرپائش کشیدند وعبدالرحمٰن بن عبداللہ ازدی پیش تاخت وردائے آنحضرت راازدوشش بکشید ومیرد۔"

(منتہی الامال، جلد ۱، ص ۱۶۵)

"آنحضرت پر برس پڑے اوران کے خیمہ پرٹوٹ پڑے اور جو کچھ بھی مال انہوں نے پایا غارت کیا حتیٰ کہ ان کا مصلیٰ بھی ان کے پاؤں کے نیچے سے کھینچ لیا اور عبدالرحمٰن بن عبداللہ ازدی آگے بڑھا اور آنحضرت کی چادران کے کندھے سے کھینچی اور لے گیا۔

مجھے معاویہ میرے شیعہ سے بہتر ہے: امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

اسی لیے تو پھر حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"وَاللّٰهِ اَنَّ مُعٰوِيَةَ خَيْرٌ مِّنْ هٰؤُلَاءِ شِيْعَتِیْ الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ شِيْعَتِیْ۔" (احتجاج الطبرسی، جلد دوئم، ص ۲۹۰)

"اللہ کی قسم! مجھے میرے ان شیعوں سے معاویہ بہتر ہے جو کہ اپنے آپ کو میرے شیعہ گمان کرتے ہیں۔

"بخدا سوگند کہ معاویہ از برائے من بہتر است ازیں جماعت کہ ایں ھا دعوی میکنند کہ شیعان من اند۔ (جلاء العیون، ص۲۶۱، ملا باقر مجلسی)

ترجمہ گزر چکا ہے۔

قارئین کرام! یہ ہیں شیعانِ علی و گروہ امام حسن کہلانے والے جن کا مندرجہ بالا عقیدہ ہے اور جنہوں نے امام حسن پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے اور جن سے امام حسن نے بیزاری کا اعلان فرمایا۔

اہلسنّت وجماعت حنفی مسلک یہ ہے:

بالعکس اس کے سنی حنفی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اسی طرح امام برحق اور خلیفۂ راشد ہیں جس طرح ان سے قبل والے خلفاء راشدین علیہم الرضوان تھے اور حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی عقیدت و محبت اسی بنا پر رکھتے ہیں کہ ایک خلیفہ راشد امام برحق سبط رسول نور دیدۂ بتول جگر گوشۂ مرتضٰی برادر سید الشہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے صلح فرمائی ہے اور جو ایسا عقیدہ نہیں رکھتا وہ گویا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہ تو خلیفہ راشد مانتا ہے اور نہ ہی امام برحق تسلیم کرتا ہے۔

بالکل اسی طرح حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی امام برحق وہی مانتا اور جانتا ہے جو یزید ملعون کو وہی کچھ قرار دیتا ہے جو کچھ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرار دیا اسی کا وہ بدخو بدذات مستحق ہے اور ایک ہزار ماہ تک منبروں پر ناچنے والے بنو امیہ کے خبثاء بھی اسی خطاب کے مستحق ہیں جو امام الانبیاء علیہ السلام کی زبان مبارک سے ان کے لیے ادا ہوا کیونکہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہر ارشاد مبارک مومنین کے ایمانوں کی جان ہے۔

خلاف پیغمبر کسے راہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

یہی محبت رسول کا تقاضہ ہے اور یہی مودۃ حسنین کریمین کا مقصود و مرغوب ہے اگر ایسا نہیں تو دعوائے محبت رسول و مودۃ حسنین کریمین بے بنیاد ہے خلاصہ یہ ہوا کہ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ جان عشاقان رسالت بھی ہیں اور خاتم خلافت بھی خلیفہ راشد بھی ہیں اور امام برحق بھی۔

ان کے نانا ہیں	خاتم الانبیاء	صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
اور یہ خود ہیں	خاتم الخلفاء	رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ احادیث کی روشنی میں

۱-میرا یہ بیٹا سردار ہے:

حَدَّثَنَا صَدَقَةُ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُوْسٰى عَنِ الْحَسَنِ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَابَكْرَةَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَالْحَسَنُ اِلٰى جَنْبِهٖ يَنْظُرُ اِلَى النَّاسِ مَرَّةً وَّاِلَيْهِ مَرَّةً وَيَقُوْلُ "اِبْنِيْ هٰذَا سَيِّدٌ وَّ لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يُّصْلِحَ بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ"۔

(الشرف المؤبد، ص ۸۴، شرح مسلم سعیدی، جلد ششم، ص ۹۸۰) (بخاری شریف۔ جلد اول، ص ۵۳۰، باب مناقب الحسن والحسین) بخاری شریف جلد اوّل، ص ۳۷۲ باب قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم للحسن بن علی ابنی ھذا سید، شرح مسلم شریف سعیدی، جلد ۶، ص ۹۸۰، جامع الترمذی، جلد دوئم، ص ۲۱۸، مشکوٰۃ شریف، ص ۵۶۹، الصواعق المحرقہ، ص ۱۳۷، مطبوعہ ملتان، البدایہ والنہایہ الجزء الرابع، ص ۴۰۴، مظاہر حق، جلد ۵، ص ۷۱۴، فتاویٰ رضویہ، جلد ۹، ص ۱۷، جامع الاحادیث، جلد ۵، ص ۵۹۸، مرآت شرح مشکوٰۃ مفتی احمد یار علیہ الرحمت، جلد ۸، ص ۳۸۰)

ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منبر شریف پر سنا حالانکہ امام حسن آپ کے پہلو میں تھے ایک بار آپ لوگوں کو دیکھتے اور ایک بار امام حسن کی طرف دیکھ کر فرماتے "میرا یہ بیٹا سید ہے اللہ تعالیٰ ان کے باعث

مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرائے گا (ترجمہ از تفہیم البخاری، جلد پنجم، ص ۱۴۷)۔!

!: سند المحدثین استاذی المکرم علامہ غلام رسول رضوی شارح بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ
''اس مقام میں تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ جب عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی نے چالیس ہجری کے رمضان المبارک میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زخمی کر دیا اور اسی سال اسی رمضان المبارک میں ان کے صاحبزادے امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی گئی کہ آپ کے بعد وہ خلیفہ ہیں تو وہ اس معاملہ میں کئی روز متفکر رہے پھر انہوں نے لوگوں میں اختلاف پایا بعض لوگ ان کی طرف میلان رکھتے تھے اور بعض لوگ امیر معاویہ کی طرف داری کرتے تھے اور معاملہ درست ہوتا نہ دیکھا تو انہوں نے مسلمانوں کی اصلاح اور ان کے خونوں کے بچاؤ اور ان کی حفاظت میں نظر ڈالی تو وہ اس نتیجہ کو پہنچے کہ امت میں اختلاف سے بہتر یہ ہے کہ وہ خلافت امیر معاویہ کے حوالہ کر دیں چنانچہ انہوں نے اکتالیس (۴۱) ہجری کے ربیع الاوّل میں خلافت امیر معاویہ کے حوالہ کر دی۔ انہوں نے تقریباً چھ ماہ تک خلافت کے امور سرانجام دیئے اور خلافت سے دستبردار ہو کر مسلمانوں میں یگانگت، اتحاد، اتفاق کی صورت ظاہر کر کے لوگوں کے خون کی حفاظت کی اسی لیے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے دو عظیم جماعتوں میں صلح کرا دے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

اس میں امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہت بڑی فضیلت ہے کہ انہوں نے زہد و تقویٰ کی بناء پر ملک اور دنیا اور اس کی رونق کو ٹھکرا دیا حالانکہ چالیس ہزار افراد نے ان کی موت پر بیعت کی تھی کہ ان کی اقتداء میں وہ مریں گے اور مسلمان کا مسلمان کو تاویل کر کے قتل کرنا جائز ہے اور جس حدیث میں ہے کہ قاتل اور مقتول دونوں دوزخی ہیں بطور وعید فرمایا ہے معلوم ہوا کہ قوم کا سردار وہ ہوتا ہے جس سے لوگ نفع اٹھائیں کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیادت کو لوگوں میں اصلاح کے ساتھ معلق کیا ہے **واللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم۔**

(تفہیم البخاری، جلد چہارم، ص ۲۳۰-۲۳۱)

بخاری شریف، جلد اوّل، ص ۳۷۲ پر ایک اور روایت ہے جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

''ابو موسیٰ اسرائیل بن موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے حسن بصری کو یہ کہتے ہوئے سنا خدا کی قسم حسن ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے پہاڑوں کی طرح لشکر لے کر آئے ہیں تو عمرو بن عاص نے کہا میں لشکروں کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ واپس نہ جائیں گے حتیٰ کہ اپنے مخالفوں کو قتل کر دیں گے اور امیر معاویہ نے جو دو مردوں (معاویہ اور عمرو بن العاص) سے بہتر تھے عمرو بن عاص سے کہا اے عمرو اگر انہوں نے ان کو قتل کر دیا اور انہوں نے ان کو قتل کر دیا تو لوگوں کے امور کی نگرانی کون کرے گا اور ان کے بچوں اور بوڑھوں کی حفاظت کون کرے گا، ان کی عورتوں کی کفالت کون کرے گا؟ پھر قریش کے قبیلہ بنی عبد شمس سے دو مرد عبدالرحمٰن بن سمرہ اور عبداللہ بن عامر بن کریز کو بھیجا اور کہا اس مرد کے پاس جاؤ اور صلح پیش کرو اور (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

آپ ربیع الاوّل ۴۱ھ میں خلافت سے دستبردار ہو گئے۔ آپ کے ساتھی آپ
سے کہتے "اے مومنین کی عار" آپ فرماتے عار نار سے بہتر ہے۔ ایک آدمی نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے) ان سے بات کرو اور انہیں صلح کی طرف بلاؤ چنانچہ وہ دونوں امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے پاس گئے اور ان سے بات چیت کی اور صلح کرنا چاہی ان سے امام حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا ہم
عبدالمطلب کی اولاد ہیں ہم نے بہت مال خرچ کیا ہے اور یہ لوگوں کے خونوں میں فتنہ انگیزی کرتے ہیں ان دونوں
نے کہا وہ آپ کے سامنے صلح پیش کرتے ہیں اور آپ کے ساتھ صلح چاہتے ہیں۔ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا
اس کا ضامن کون ہوگا ان دونوں نے کہا ہم ضامن ہیں اور اس کی ذمہ داری لیتے ہیں۔ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نے ان سے جس شئی کے متعلق سوال کیا انہوں نے کہا ہم اس کی ذمہ داری لیتے ہیں چنانچہ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ
عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صلح کر لی اور فرمایا میں نے ابوبکرہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منبر شریف پر دیکھا جبکہ حسن ابن علی آپ کے پہلو میں تھے اور آپ کبھی
لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی ان کی طرف توجہ کر کے فرماتے میرا یہ بیٹا سید ہے یقیناً اللہ تعالیٰ اس کے
ذریعے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرا دے گا۔

(تفہیم البخاری، جلد چہارم، ص ۲۲۹-۲۳۰)

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صلح اور اسکی تفصیل:

استاذ محترم علامہ شیخ الحدیث رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مزید قمطراز ہیں کہ

"امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بردبار پرہیزگار اور بہت بڑے فاضل تھے۔ ان کے تقویٰ نے انہیں ترکِ
دنیا پر آمادہ کیا اور انعامات اخرویہ پر اکتفاء کیا اور انہوں نے فرمایا کہ میں نہیں چاہتا سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کی امت میں خونریزی ہو۔ آپ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محافظ اور مددگار تھے۔ جب حضرت علی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے تو چالیس ہزار اشخاص نے آپ سے بیعت کر لی۔ یہ سب وہی لوگ تھے جنہوں نے
حضرت سے موت پر بیعت کی تھی کہ آپ کی بیعت سے مرنے تک پیچھے نہ ہوں گے اور وہ امام حسن کے بہت
فرمانبردار تھے تقریباً سات ماہ تک آپ عراق اور خراسان میں خلیفہ رہے پھر امیر معاویہ سے مقابلہ کے لیے بڑھے
جبکہ وہ بھی لشکر جرار لے کر سامنے آ گئے جب آمنا سامنا ہوا تو آپ نے خیال فرمایا دونوں لشکروں میں سے ایک
لشکر کو غلبہ اس وقت ہوگا جب دوسرا لشکر اکثر قتل ہو جائے گا۔ یہ خونریزی آپ کو پسند نہ تھی اس لیے امیر معاویہ کو
ایک خط لکھ کر واضح کیا کہ میں تمہارے حق میں خلافت سے دستبردار ہوتا ہوں۔ بشرطیکہ میرے والد کے زمانہ میں
مدینہ منورہ حجاز اور عراق والوں سے کسی شئی کا مطالبہ نہ کیا جائے اس شرط کو امیر معاویہ نے (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

آپ سے کہا ''اے مومنین کو ذلیل کرنے والے تجھ پر سلام'' آپ نے فرمایا:
میں مومنین کو ذلیل کرنے والا نہیں لیکن میں نے بادشاہی کی خاطر تم سے لڑنا پسند نہیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے) بخوشی قبول کر لیا مگر انہوں نے کہا کہ دس اشخاص کو میں امن نہیں دوں گا۔ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوبارہ لکھا تو امیر معاویہ نے جواب دیا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ اگر میں قیس بن سعد پر کامیاب ہو گیا تو اس کی زبان اور ہاتھ کاٹ ڈالوں گا۔ امام حسن نے جواب دیا اگر تم قیس سے کوئی مطالبہ کرو گے تو میں تمہاری ہرگز بیعت نہیں کروں گا تب امیر معاویہ نے سفید کاغذ آپ کی طرف بھیجا اور کہا کہ آپ جو چاہتے ہیں اس پر لکھ دیں میں لکھے ہوئے پر پابندر ہوں گا۔ اس پر دونوں فریق صلح پر آمادہ ہو گئے۔

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھا کہ شرط یہ ہے کہ خلافت تمہارے بعد میرے لیے ہوگی اور بھی شرائط لکھے جن کو امیر معاویہ نے تسلیم کر لیا یہ دیکھ کر عمرو بن عاص نے کہا کہ ان کی طاقت کمزور اور ان کا دبدبہ ختم ہو چکا ہے۔ اس لیے وہ صلح کر رہے ہیں۔ امیر معاویہ نے جواب دیا کہ چالیس ہزار اشخاص نے ان سے موت پر بیعت کی ہے بخدا وہ ہرگز قتل نہ ہوں گے حتیٰ کہ ان کے برابر اتنے ہی شامی قتل ہو جائیں گے۔ بخدا ان حالات کے ہوتے ہوئے زندہ رہنے میں کوئی بھلائی نہیں اور امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شرائط کو تسلیم کر لیا اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ان میں صلح ہو گی۔

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھی کہنے لگے اے حسن آپ مومنوں کی عار (شرمندگی) بن گئے ہو آپ نے فرمایا یہ عار نار (آگ) سے بہتر ہے۔

عبداللہ ابن عمر بن اسحاق نے اپنے اپنے اسناد کے ساتھ ذکر کیا کہ ابو الغریف نے ان سے بیان کیا کہ ہم بارہ ہزار حسن بن علی کے لشکر کے مقدمہ میں تھے اور اہل شام سے جنگ کرنے کے لیے ہماری تلواروں سے قطرے ٹپک رہے تھے جب ہمیں صلح نامہ کی خبر ملی تو ہماری کمریں ٹوٹ گئیں۔ جب امام حسن کوفہ میں واپس آئے تو ہم میں سے ایک شخص ابو عامر سفیان بن ابی لیلیٰ ان کے پاس آئے اور کہا ''اے مومنوں کو رسوا کرنے والے السلام علیکم'' امام حسن نے جواب دیا اے ابو عامر ایسا نہ کہو میں نے مومنوں کو رسوا نہیں کیا لیکن طلب ملک میں انہیں خونریزی سے بچا لیا ہے۔

شرجیل بن سعد نے کہا اس کے بعد امام حسن علیہ السلام نے تقریباً آٹھ ماہ تک خلافت امیر معاویہ کے حوالہ نہ کی اسی سال چالیس ہجری میں مغیرہ بن شعبہ نے لوگوں کو حج کرایا حالانکہ انہیں کسی نے امیر حج نہیں مقرر کیا تھا بلکہ وہ طائف میں تھے۔

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اکتالیس ہجری کے جمادی الاوّل کے نصف میں خلافت امیر معاویہ کے سپرد کی تو لوگوں نے امیر معاویہ سے بیعت کر لی اس وقت امیر معاویہ کی عمر ۶۶ برس (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کیا پھر آپ کوفہ سے مدینہ تشریف لے گئے اور وہیں اقامت اختیار کرلی۔

(الصواعق المحرقہ عربی مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان، ص ۱۳۶-۱۳۷، برق سوزاں اُردو، ص ۴۵۸ تا ۴۶۲)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے) سے دو ماہ کم تھی۔

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسلمانوں کو جنگ و جدال اور خونریزی سے بچانے کے لیے صلح کی تھی حالانکہ آپ خلافت کے زیادہ مستحق تھے۔ ابن شہاب نے ذکر کیا کہ جب امیر معاویہ کوفہ میں آئے تو عمرو بن عاص نے انہیں مشورہ دیا کہ امام حسن علیہ السلام سے کہیں کہ وہ کوفہ والوں کو حالات سے آگاہ کرنے کے لیے ایک تقریر کریں لیکن امیر معاویہ نے اسے مسترد کرتے ہوئے کہا اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے لیکن عمرو بن عاص کے مجبور کرنے پر امیر معاویہ نے امام حسن علیہ السلام سے عرض کی کہ آپ حالات کی روشناسی کے لیے ایک جامع بیان دیں اور تقریر میں حالات سے آگاہ فرمادیں چنانچہ امام حسن علیہ السلام اٹھے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی پھر بدلہۂ خطاب فرمایا کہ

> ''اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے ہم سے پہلے کے ذریعے تمہیں ہدایت دی اور ہمارے آخر کے ذریعہ خون محفوظ کیے۔ خلافت ایک مدت کے لیے ہے اور دنیا ادھر ادھر پھرنے والی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے نبی فرمادو! میں نہیں جانتا تمہارا وعدہ قریب ہے یا دور ہے وہ تمہاری ظاہری باتیں جانتا ہے اور تمہاری خفیہ گفتگو بھی جانتا ہے۔ میں نہیں جانتا شاید اس میں تمہارا امتحان ہے اور مقرر وقت تک تم نے نفع حاصل کرنا ہے۔''

جب آپ نے یہ کلام کیا تو امیر معاویہ نے کہا آپ بیٹھ جائیں تو آپ بیٹھ گئے پھر امیر معاویہؓ نے لوگوں سے خطاب کیا پھر عمرو بن عاص سے کہا تمہاری یہی رائے تھی؟ (تفہیم البخاری، جلد پنجم، ص ۷۰۷-۷۰۸-۷۰۹)

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی شہرہ آفاق تصنیف الصواعق المحرقہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ

''آپ (امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ حضرت معاویہ نے مجھ سے حق کے متعلق جھگڑا کیا ہے اور وہ میرا حق ہے ان کا نہیں حضرت معاویہ سے صلح اور خلافت سے دستبرداری کے خط میں بھی یہی ہے۔ ان چھ ماہ کے بعد آپ حضرت معاویہ کے مقابلہ میں چالیس ہزار فوج لے کر گئے اور حضرت معاویہ بھی آپ کے مقابلہ میں آئے جب حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دونوں لشکروں کو دیکھا تو سمجھ گئے کہ دونوں لشکروں میں سے کوئی ایک لشکر بھی اس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتا جب تک دوسرے کی اکثریت کو ختم نہ کردے آپ نے حضرت معاویہ کو اطلاعاً لکھا کہ میں یہ معاملہ اس شرط پر آپ کے سپرد کرتا ہوں کہ میرے بعد خلافت تمہارے پاس ہوگی آپ مدینہ حجاز اور عراق والوں سے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کریں گے سوائے اس کے جو وہ میرے باپ کے زمانہ میں دیتے تھے اور آپ میرا قرض ادا کریں گے۔

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ثابت ہوا کہ:

اس حدیث پاک، اوران اقتباسات سے ہمارے تمام دعوے ثابت ہوگئے:

۱۔ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ راشد تھے جیسا کہ آپ نے فرمایا خلافت ہمارا حق ہے ان کا نہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے) حضرت معاویہ نے دس باتوں کے سوا آپ کے مطالبات کو منظور کرلیا آپ مسلسل ان سے گفتگو کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے پاس سفید کاغذ بھیج دیا اور کہا آپ جو چاہیں اس پر لکھ دیں میں اس کی پابندی کروں گا۔ جیسا کہ کتب سیرت میں لکھا ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت حسن بصری سے روایت ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہاڑوں جیسے لشکروں کے ساتھ حضرت معاویہ کے مقابلے پر نکلے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا میں ایسے لشکروں کو دیکھ رہا ہوں جو اپنے مدمقابل کو مارے بغیر واپس نہ جائیں گے۔ حضرت معاویہ نے کہا خدا کی قسم عمرو بہترین آدمی ہے اگر یہ لوگ ان کو اور وہ ان کو ماردیں تو مسلمانوں کے اموران کی عورتوں اوران کی جاگیروں کے معاملات کو نمٹانے میں میرا مددگار کون ہوگا۔ حضرت معاویہ نے قریش میں سے بنو عبد شمس کے دو آدمی عبدالرحمٰن بن سمرہ اور عبدالرحمٰن بن عامر کو حضرت حسن کی طرف بھیجا اور کہا کہ ان کے پاس جاکر عرض کرو اوران سے پوچھو کہ وہ کیا چاہتے ہیں ان دونوں نے آپ کے پاس آکر پوچھا کہ آپ کا مطالبہ کیا ہے؟ تو حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم بنو عبدالمطلب ہیں اور ہم نے یہ مال حاصل کیا ہے اور یہ لوگ خون میں تیر کر آئے ہیں۔ انہوں نے کہا حضرت معاویہ آپ کو یہ پیشکش کرتے ہیں اور آپ سے یہ یہ مطالبہ کرتے ہیں آپ نے فرمایا اس معاملہ میں میرا ضامن کون ہوگا؟ انہوں نے کہا ہم اس معاملہ میں آپ کے ضامن ہیں پھر آپ نے جو بات دریافت کی انہوں نے کہا ہم اس کی ضمانت دیتے ہیں تو آپ نے حضرت معاویہ سے صلح کرلی۔

ان واقعات میں یوں بھی تطبیق دی جاسکتی ہے کہ حضرت معاویہ نے پہلے آپ کو پیغام بھیجا ہو پھر حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی طرف مذکورہ مطالبات لکھ کر بھیجے ہوں اور جب دونوں کی مصالحت ہوگئی ہو تو حضرت امام حسن نے حضرت معاویہ کو یہ خط لکھا ہو۔

تحریر معاہدہ مابین امام حسن وامیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما:

بسم اللہ الرحمن الرحیم ٥ یہ وہ تحریر ہے جس کے مطابق حسن بن علی اور معاویہ بن ابی سفیان نے مصالحت کی ہے۔ یہ مصالحت اس بات پر ہوئی ہے کہ حسن معاویہ کو مسلمانوں کی (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

۲۔ بعد میں آنے والے حاکم تھے خلفاء نہ تھے جیسا کہ آخری جملہ میں آپ نے فرمایا کہ میں نے بادشاہی کی خاطر جنگ کو پسند نہیں کیا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے) ولایت اس شرط پر دیں گے کہ وہ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سیرت خلفاء راشدین مہدیین کے مطابق عمل پیرا ہوں گے اور معاویہ کو اس بات کی اجازت نہ ہوگی کہ وہ اپنے بعد کسی کو خلافت دے جائیں بلکہ یہ معاملہ ان کے بعد مسلمانوں کے مشورے کے بعد طے ہوگا اور لوگ شام، عراق، حجاز، یمن اور خدا کی زمین میں جہاں بھی ہوں گے امن میں ہوں گے اور اصحاب علی اور آپ کے شیعہ جہاں بھی ہوں گے اپنی جانوں، مالوں، عورتوں اور اولاد کے بارے میں محفوظ ہوں گے اور معاویہ بن ابی سفیان کو خدا تعالیٰ سے یہ عہد و میثاق بھی کرنا ہوگا کہ وہ حسن ابن علی اور ان کے بھائی حسین اور اہل بیت رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں سے کسی کی بھی خفیہ اور اعلانیہ طور پر تباہی نہیں چاہیں گے اور نہ ہی ان میں سے کسی کو کسی جگہ خوفزدہ کریں گے میں فلاں بن فلاں اس پر گواہی دیتا ہوں۔ و کفی باللہ شھیدا۔

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خطبہ بعد از صلح:

جب صلح طے پا گئی تو حضرت معاویہ نے حضرت امام حسن سے اس بات کا اظہار کیا کہ وہ لوگوں کے مجمع میں تقریر کریں اور انہیں بتائیں کہ میں نے معاویہ کی بیعت کر کے خلافت ان کے سپرد کر دی ہے تو آپ نے اس بات کو قبول کرتے ہوئے منبر پر چڑھ کر حمد و ثناء الٰہی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھنے کے بعد فرمایا:

''لوگو! سب سے بڑی دانائی تقویٰ اور سب سے بڑی حماقت فسق و فجور ہے۔''

پھر فرمایا:

''آپ لوگ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو میرے نانا کے ذریعے ہدایت دی ضلالت سے بچایا، جہالت سے نجات دی، ذلت کے بعد عزت دی اور قلت کے بعد تم کو کثرت بخشی معاویہ نے مجھ سے حق کے متعلق جھگڑا کیا تھا اور وہ میرا حق ہے، اس کا حق نہیں اور آپ لوگوں نے اس شرط پر میری بیعت کی ہے کہ جو مجھ سے صلح کرے گا تم اس سے صلح کرو گے اور جو مجھ سے جنگ کرے گا تم اس سے جنگ کرو گے، میں نے اصلاح امت اور فتنہ کو فرو کرنے کی خاطر معاویہ سے مصالحت کو پسند کیا ہے اور میں اس جنگ کو بھی ختم کرنے کا اعلان کرتا ہوں جو میرے اور ان کے درمیان برپا ہے اور میں نے ان سے بیعت بھی کر لی ہے اور میں خونریزی کی نسبت خون کی حفاظت کو بہترین خیال کرتا ہوں اگرچہ میں جانتا ہوں کہ شاید یہ صلح تمہارے لیے فتنہ اور ایک وقت تک فائدے کا موجب بن جائے مگر میں نے صرف آپ کی اصلاح و بقا چاہی ہے۔''

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

۳- شیعانِ علی و شیعانِ حسن آپ کے گستاخ و بے ادب تھے جنہوں نے اس صلح پر آپ کو ''عار المومنین'' کہا۔

۴- امام حسن کا ارشاد کہ جس سے میری صلح ہوگی اس سے میرے ماننے والوں کی بھی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے) اور جس بات سے اس صلح پر آپ کا شرح صدر ہوا وہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں حضور علیہ السلام کے ایک قولی معجزے کا ظہور ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ میرا یہ سردار بیٹا ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح کروائے گا اسے بخاری نے روایت کیا ہے اور الاولابی نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگرچہ تمام عرب میرے ہاتھ میں تھے میں جس سے صلح کرتا وہ صلح کرتے اور جس سے جنگ کرتا وہ جنگ کرتے مگر میں نے خلافت کو خدا کی رضامندی اور مسلمانوں کے خون کی حفاظت کی خاطر چھوڑ دیا۔!

۱۔ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگجو نہ تھے: معروف مورخ ڈاکٹر طٰہٰ حسین مصری رقمطراز ہیں کہ

''بقول زہری حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی بیعت کے موقع پر اطاعت اور فرماں برداری کے ساتھ اپنی یہ شرط بار بار دہراتے رہے کہ جس سے وہ لڑیں گے اس سے لڑنا ہوگا اور جس سے وہ صلح کریں گے اس سے صلح کرنا پڑے گی۔ صلح کا لفظ بار بار سن کر لوگوں کو شک ہونے لگا اور خیال کرنے لگے کہ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ صلح کرنا چاہتے ہیں اور آپس میں کہنے لگے یہ اپنا آدمی نہیں یہ تو صلح کا آدمی ہے۔''

(حضرت علی تاریخ اور سیاست کی روشنی میں، ص ۱۹۸، مطبوعہ کراچی)

امام ابن کثیر فرماتے ہیں:

''ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ اس سال حضرت حسن ابن علی نے امارت حضرت معاویہ ابن ابی سفیان کے سپرد کردی پھر انہوں نے زہری سے روایت کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا ہے: لَمَّا بَایَعَ اَھْلُ الْعِرَاقِ الْحَسَنَ بْنَ عَلِیٍّ طَفِقَ یَشْطَرِطُ عَلَیْھِمْ اِنَّھُمْ سَامِعُوْنَ مُطِیْعُوْنَ مُسَالِمُوْنَ (مَنْ سَالَمْتُ) مُحَارِبُوْنَ (مَنْ حَارَبْتُ فَارْتَابَ بِهٖ اَھْلُ الْعِرَاقِ وَقَالُوْا مَا ھٰذَا لَکُمْ بِصَاحِبِ الخ

(البدایہ والنہایہ، جز رابع، جلد ۸، ص ۴۰۴)

''جب اہل عراق نے حضرت حسن بن علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کی بیعت کی تو آپ ان پر شرط عائد کرنے لگے کہ جس سے میں صلح کروں گا وہ اس کی سمع و اطاعت کرنے والے اور اس سے صلح کرنے والے ہوں گے پس اہل عراق اس سے شبہ میں پڑ گئے اور کہنے لگے یہ تمہارا آقا نہیں ہے۔ الخ۔

صلح ہوگی۔ لہٰذا اہلسنّت کا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صلح رکھنا بالکل درست ہے اور جو شخص حضرت امیر معاویہ سے صلح نہیں رکھتا وہ منکر امامت حضرت امام حسن ہے اہلسنّت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے وہ رافضی ہے۔

۵- سب سے بڑی بات میرے آقا و مولا امام الانبیاء علیہ السلام کا علم غیب، علم مافی غدٍ ثابت ہوا کہ سرکار نے فرمایا میرا یہ بیٹا حسن سید ہے یقیناً اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح کرائے گا اور پھر اسی طرح ہوا۔

مسلک اہلسنّت پر چلا چل بے دھڑک
جنت الفردوس کو جاتی ہے یہ سیدھی سڑک

رضائے الٰہی:

محقق العصر حضرت علامہ پیر سید خضر حسین خضر چشتی دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں:

"سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلافت سے دستبردار صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے ہوئے تھے عَوَّضَهُ اللّٰهُ وَاَهْلَ بَيْتِهٖ عَنْهَا بِالْخِلَافَةِ الْبَاطِنِيَّةِ اللہ تعالیٰ نے اس کے عوض آپ کو اور آپ کے اہل بیت کو باطنی خلافت سے سرفراز فرمایا حتیٰ کہ علماء فرماتے ہیں کہ ہر زمانہ میں تمام اولیاء اللہ کا قطب صرف اہل بیت سے ہی ہوتا ہے۔"

(کتاب خلفاء رسول، ص ۲۲۸)

امام ابن حجر مکی فرماتے ہیں:

عُوِّضُوْا عَنْهَا بِالْخِلَافَةِ الْبَاطِنَةِ حَتّٰى ذَهَبَ قَوْمٌ اِلٰى اَنَّ قُطْبَ الْاَوْلِيَآءِ فِيْ كُلِّ زَمَنٍ لَايَكُوْنُ اِلَّا مِنْهُمْ۔

(الصواعق المحرقہ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان، ص ۱۴۵)

تو انہیں اس (ظاہری خلافت) کے عوض باطنی خلافت عطا کی گئی یہاں تک کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ہر زمانے میں قطب الاولیاء انہیں میں سے ہوتا ہے۔ علامہ مومن شبلنجی نے بھی اپنی کتاب نور الابصار، ص ۱۲۱ پر یہی تحر فر یر مایا ہے۔

حضرت امام نبھانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ

''علامہ صبان فرماتے ہیں! جب امام حسن علیہ السلام محض اللہ تعالیٰ کے لیے اس خلافت سے دستبردار ہو گئے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں اور ان کے اہل بیت کو خلافت باطنیہ سے نواز دیا یہاں تک کہ بعض علماء کا مذہب ہے کہ ہر زمانے میں قطب اولیاء اہل بیت کرام میں سے ہی ہوگا۔''

(شرف سادات ترجمہ الشرف المؤبد، ص ۱۶۸)

پہلا قطب کون ہے؟

کیا پہلے قطب امام حسن ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں؟ تو سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قطبیت حاصل کرنے والی جنابہ سیّدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا ہیں اور آپ اپنی پوری حیات طیبہ میں اس منصب پر فائز رہیں۔ پھر ان سے یہ منصب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پھر عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پھر امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملا۔ (شرف سادات، ترجمہ الشرف المؤبد، ص ۱۶۸، ۱۶۹)

اصل عربی متن ملاحظہ ہو:

"قَالَ الْعَلَّامَةُ الصَّبَّانُ: وَلَمَّا نَزَلَ عَنْهَا اَيِ الْخِلَافَةُ ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ تَعَالٰى عَوَّضَهُ اللّٰهُ وَاَهْلَ بَيْتِهٖ عَنْهَا بِالْخِلَافَةِ الْبَاطِنِيَّةِ حَتّٰى ذَهَبَ قَوْمٌ اَنَّ قُطْبَ الْاَوْلِيَاءِ فِيْ كُلِّ زَمَانٍ

لَایَکُوْنُ اِلَّا مِنْ اَھْلِ الْبَیْتِ۔(الشرف المؤبد لال محمد للنبہانی،ص٨٦)

وَھَلْ اَوَّلُ الْاَقْطَابِ الْحَسَنُ اَوْ اَوَّلُ مِنْ تَلَقِّیَ الْقُطْبَانِیَّۃَ مِنَ الْمُصْطَفٰی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاطِمَۃَ الزَّھْرَآءِ مُدَّۃَ حَیَاتِہَا ثُمَّ انْتَقَلَتْ مِنْہَا اِلٰی اَبِیْ بَکْرٍ ثُمَّ عُمَرَ ثُمَّ عُثْمَانَ ثُمَّ عَلِیٍّ ثُمَّ الْحَسَنَ۔(الشرف المؤبد لال محمد للنبہانی،ص٨٦)[1]

---

[1] امام مہدی بھی نسلِ امام حسن سے ہوں گے: امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ابوداؤد شریف کے حوالہ سے نقل کیا:

سنن ابوداؤد میں روایت ہے کہ مہدی حضرت حسن کی اولاد سے ہوگا اس میں راز کی بات یہ ہے کہ حضرت حسن نے خدا کی خاطر امت پر شفقت فرماتے ہوئے خلافت کو چھوڑا اس لیے اللہ تعالیٰ نے شدید ضرورت کے وقت آپ کی اولاد میں سے قائم بالخلافۃ کو مقرر فرما دیا تا کہ وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے۔" (برق سوزاں،ص٥٦٢)

اصل عربی عبارت ملاحظہ ہو:

وَرَوٰی اَبُوْ دَاوٗدَ فِیْ سُنَنِہٖ اِنَّہٗ مِنْ وُلْدِ الْحَسَنِ وَکَانَ سِرُّہٗ تَرْکَ الْحَسَنِ الْخِلَافَۃَ لِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ شَفْقَۃً عَلَی الْاُمَّۃِ فَجَعَلَ اللّٰہُ الْقَائِمَ بِالْخِلَافَۃِ الْحَقِّ عِنْدَ شِدَّۃِ الْحَاجَۃِ اِلَیْھَا مِنْ وُلْدِہٖ لِیَمْلَأَ الْاَرْضَ عَدْلًا۔(الصواعق المحرقہ،ص١٦٨)

ابوداؤد شریف کی مذکورہ روایت: عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ قَالَ قَالَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَنَظَرَ اِلٰی اِبْنِہٖ الْحَسَنِ یُقَالُ اِنَّ اِبْنِیْ ھٰذَا سَیِّدٌ کَمَا سَمَّاہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَسَیَخْرُجُ مِنْ صُلْبِہٖ رَجُلٌ یُسَمّٰی بِاِسْمِ نَبِیِّکُمْ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُشْبِہُہٗ فِی الْخُلُقِ وَلَا یُشْبِہُہٗ فِی الْخَلْقِ ثُمَّ ذَکَرَ قِصَّۃً یَمْلَأُ الْاَرْضَ عَدْلًا۔

(ابوداؤد شریف، جلد ثانی، ص٢٤١)

"ابواسحاق نے کہا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے لخت جگر حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ اسے کہا گیا کہ میرا یہ بیٹا سید ہے جیسا کہ نبی کریم علیہ السلام نے اس کا نام (سید) رکھا اور عنقریب اس کی صلب (اولاد) سے ایک مرد نکلے گا (پیدا ہوگا) جس کا نام تمہارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسم گرامی پر (محمد) ہوگا وہ حضور کا اخلاق میں تو مشابہ ہوگا مگر تخلیق میں مشابہ نہ ہوگا پھر ذکر فرمایا زمین کو عدل سے بھر دینے کے قصہ کا۔

۲-یا اللہ! میں حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت رکھتا ہوں:

نبی کریم علیہ السلام کے نہایت ہی جلیل القدر صحابی حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق ارشاد فرمایا:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّہٗ فَاَحِبَّہٗ وَاَحْبِبْ مَنْ یُّحِبُّہٗ۔"

(مسلم شریف، جلد ثانی، ص ۲۸۲) (کنز العمال، جلد ۱۳، ص ۲۷۹ مطبوعہ لاہور)

"اے اللہ! میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت رکھ اور اس سے بھی محبت رکھ جو اس سے محبت رکھے۔"[۱]

ایک اور روایت جسے حضرت براء ابنِ عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت فرمایا اس میں ہے کہ آپ فرماتے ہیں:

---

[۱] امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ آغوشِ نبوت میں: امام ملاں بوسن فرماتے ہیں کہ

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس وقت سے محبوب رکھتا ہوں جبکہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا:

رَأَیْتُ الْحَسَنَ فِیْ حِجْرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ یَدْخُلُ اَصَابِعَہٗ فِیْ لِحْیَۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدْخُلُ لِسَانَہٗ فِیْ فَمِہٖ ثُمَّ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّہٗ فَاَحِبَّہٗ۔ (کنز العمال)

میں نے دیکھا کہ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود مبارک میں ہیں اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ریش مبارک میں انگلیاں ڈال رہے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی زبان مبارک ان کے منہ میں دے کر فرماتے ہیں اے پروردگار عالم! میں اسے اپنا محبوب رکھتا ہوں تو بھی اسے اپنا محبوب رکھ۔" (انوار نبوت، ص ۶۰۰-۶۰۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس حال میں دیکھا کہ آپ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لعاب کو اس طرح چوس رہے ہیں جیسے آدمی کھجور کو چوستا ہے۔ (رواہ ابن العساکر) (انوار نبوت، اردو ترجمہ الفضل الموبد لآل محمد، ص ۶۰۱)

”میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے شانہ اقدس پر بٹھا رکھا ہے اور فرمار ہے ہیں کہ

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّہٗ فَاَحِبَّہٗ۔

(مسلم شریف، جلد ثانی، ص ۲۸۲، بخاری شریف، جلد اول، ص ۵۳۰) (کنز العمال، جلد ۱۳، ص ۲۸۰)

”اے اللہ! میں اس (حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت رکھ۔“

قارئین کرام! مقام غور ہے یہ معراج محبت نہیں تو اور کیا ہے؟ ساری کائنات کے مومنین اللہ تعالیٰ سے شدید محبت کرتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ۔ (پ۲، سورۃ البقرہ آیت)

”اور ایمان والے اللہ (تعالیٰ جل جلالہ) سے شدید محبت رکھتے ہیں۔“

اور اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم علیہ السلام سے محبت کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا:

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ۔ (آل عمران: ۳۱)

”فرما دیجئے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔“

اور سرکار فرماتے ہیں کہ ”میں حسن سے محبت رکھتا ہوں اے اللہ تو بھی اس سے محبت رکھ بلکہ اس کے محبین سے محبت رکھ۔“

اب مفہوم سمجھ آیا کہ سرکار نے جو یہ فرمایا ہے:

”اَلْحَسَنُ مِنِّیْ وَاَنَا مِنَ الْحَسَنِ۔“

(جامع الاحادیث، جلد پنجم، ص ۵۹۹) (کنز العمال، جلد ۱۳، ص ۲۸۱)

''حسن مجھ سے ہے اور میں حسن سے ہوں۔''

یعنی کہ حسن کی محبت مجھ سے ہی محبت ہے اور مجھ سے محبت حسن سے ہی محبت ہے۔

اسی لیے ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

مَنْ اَحَبَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَبْغَضَھُمَا فَقَدْ اَبْغَضَنِیْ۔" (سنن ابن ماجه شریف، ص ۱۳)

''جس نے حسن و حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔''

نتیجہ یہ نکلا:

نتیجہ پھر یہی نکلا کہ

ساری کائنات کے مومنین جس ذات اقدس سے شدید محبت رکھیں وہ ہے — ذات خدا جل جلالہ،

خود ذات خدا جس ہستی پاک سے محبت رکھے وہ ہے صرف اور صرف — ذات مصطفیٰ علیہ السلام

اور ذات مصطفیٰ علیہ السلام جس سے شدید محبت رکھے وہ ہے — حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بلکہ جو امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت رکھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواہش ہے کہ اس سے ذات باری بھی محبت رکھے۔

الحمدللہ! اہلسنّت و جماعت حنفی اس شہزادہ جنت سے اور ان کے تمام قرابت

داروں اور محبوں سے محبت رکھتے ہیں اور ان کے دشمنوں سے بیزاری کا اعلان کرتے ہیں۔

محبت کا تقاضہ یہی ہے کہ

ان کے ہر منسوب و محبوب کو بھی محبوب رکھا جائے کیونکہ محبوب کا محبوب بھی محبوب ہوا کرتا ہے۔

ان کے ہر مبغض و دشمن سے بغض و دشمنی رکھی جائے کیونکہ محبوب کا مبغض و دشمن بھی مبغوض اور دشمن ہوا کرتا ہے۔

بقول حضرت جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہ

بصدق و صفا گشت بیچارہ جامی

غلام غلامان آل محمد

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور محبت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

"رَأَیْتُ أَبَابَکْرٍ وَ حَمَلَ الْحَسَنَ وَهُوَ یَقُوْلُ

"بِأَبِیْ شَبِیْهٌ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْسَ شَبِیْهٌ بِعَلِیٍّ وَعَلِیٌّ یَضْحَكُ"

(بخاری شریف، جلد اوّل، ص ۵۳۰)

میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھا جب آپ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو اٹھایا ہوا تھا اور یہ فرما رہے تھے:

"میرا باپ قربان ہو (اے حسن تم) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ ہو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشابہ نہیں اور حضرت علی ہنس

رہے تھے۔[1]

---

[1] حضرت امام نبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ

وَعَلِیٌّ یَضْحَكُ! وَكَانَتْ فَاطِمَةُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا تَهُزُّ الْحَسَنَ وَتَقُوْلُ مِثْلَ ذٰلِكَ۔"

(الشرف المؤبد لآل محمد، ص ۸٤)

''یہ سن کر حضرت علی مسکرانے لگے ایسے ہی جنابہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا جناب امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہاتھوں پر جھلاتے ہوئے فرمایا کرتیں تھیں۔''

صاحب کنز العمال علامہ علاؤ الدین علی المتقی فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ نبی کریم علیہ السلام کی وفات شریفہ سے چند رات بعد کا ہے۔

عَنْ عُقْبَةَ ابْنِ الْحَارِثِ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ اَبِیْ بَكْرٍ مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ بَعْدَ وَفَاتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِلَیَالٍ وَعَلِیٌّ یَمْشِیْ اِلٰی جَنْبِهٖ فَمَرَّ بِحَسَنِ ابْنِ عَلِیٍّ یَلْعَبُ مَعَ غُلْمَانٍ فَاحْتَمَلَهٗ عَلٰی رَقَبَتِهٖ وَهُوَ یَقُوْلُ "بِاَبِیْ شَبِیْهٌ بِالنَّبِیِّ لَیْسَ شَبِیْهًا بِعَلِیٍّ وَعَلِیٌّ یَضْحَكُ۔ (کنز العمال، جلد ۱۳، ص ۴۷۸، ۴۷۹ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

عقبہ بن عامر کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے چند رات بعد حضرت ابوبکر کے ساتھ نماز عصر پڑھ کر نکلا اور حضرت علی ان کی ایک جانب پر تھے تو حضرت امام حسن کے پاس سے گزرے اور وہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے حضرت ابوبکر نے ان کو اپنی گردن پر اٹھایا اور وہ کہہ رہے تھے کہ میرا باپ قربان ہو نبی کی شبیہ ہو علی کے مشابہ نہیں ہو اور علی مسکرا رہے تھے۔

نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض میں علامہ خفاجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ

''حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہزادگان بتول نواسگان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو محبت واحترام سے اپنے کندھوں پر بٹھایا کرتے تھے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پوچھتے کہ اے صدیق اکبر! بچوں کو کندھوں پر اٹھانے کی وجہ کیا ہے؟ جواباً فرماتے جن کو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھاتے اور اپنی مبارک زلفیں باگیں بنا کر دیتے اور بحالت سجدہ یہ شہزادگان سوار ہوتے تو نماز لمبی کر دی جاتی تو ایسے شہزادگان کو میں کیوں نہ اٹھاؤں جن سے خدا خود محبت کرتا ہے؟

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے کہ مجھے اپنی قرابت سے آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیادہ عزیز ہے۔

(انوار نبوت اردو ترجمہ الفضل الموبد لآل محمد از امام ہلا یونس، ص ۱۱۲)

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

قارئین کرام! یہ ہیں خلیفہ بلافصل، خلیفہ راشد، خلیفہ اوّل، جانشین مصطفےٰ، یار غار مصطفیٰ، رونق دربار مصطفیٰ، زینتِ بازار مصطفےٰ، حامل انوار مصطفیٰ، مخزن اسرار مصطفیٰ،

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت: مدائن کے فتح ہونے کے بعد مال غنیمت تقسیم کیا گیا تو شہزادگان حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو سب سے زیادہ دیا گیا تو اس پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما معترض ہوئے ابا جان حسنین کریمین بچے تھے اور میں جہاد میں حصہ لیتا تھا تو پھر مجھے ان سے کم کیوں دیا جارہا ہے؟ اس پر جناب فاروق اعظم نے فرمایا اے ابن عمر! تو کون ہے ان کی برابری کرنے والا، اے ابن عمر! کیا حسنین کریمین کی ماں جیسی تیری ماں ہے؟ ان کے باپ جیسا تیرا باپ ہے؟ ان کے نانا جیسا تیرا نانا ہے؟ ان کی نانی جیسی تیری نانی ہے؟ ابن عمر نے اپنی آنکھوں کو جھکاتے ہوئے جواب دیا ہرگز نہیں! تو آپ نے فرمایا پھر ان کی ہمسری کا دعویٰ کیسے؟ (انوار نبوت، ص ۱۱۴)

حدیث پاک میں ہے کہ شہزادگان بتول حضرات حسنین کریمین بچپن میں حضرت عبداللہ ابن عمر کے ساتھ کھیل رہے تھے تو کسی بات پر ناراضگی ہوگئی۔ شہزادہ بتول حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے غلام زادے! غلام زادہ (کالفظ) سنتے ہی حضرت ابن عمر چونک پڑے اور بڑے غصے سے گھر جا کر حضرت فاروق اعظم کو بتایا کہ مجھے حسن ابن علی نے غلام زادہ کہا ہے! حضرت فاروق اعظم نے اپنے بیٹے کو سمجھایا کہ اے لخت جگر واقعی ہم ان کے غلام ہیں اور ہمیں ان کی غلامی پر فخر کرنا چاہئے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بیٹے عبداللہ کو ساتھ لے کر در علی پر پہنچے اور جناب امیر المومنین سے عرض کیا کہ آج شہزادہ حسن نے میرے بیٹے کو غلام زادہ کہا ہے ذرا ان سے پوچھ کر بتاؤ تو؟ جناب امیر المومنین کے پوچھنے پر شہزادہ بتول نے فرمایا کہ ہاں میں نے کہا ہے۔ حضرت فاروق اعظم نے عرض کیا شہزادہ حسن لکھ کر دیں کہ ہم غلام ہیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصرار پر لکھ دیا تو آپ نے عبداللہ ابن عمر کو وصیت فرمائی کہ میرے مرنے کے بعد میرے کفن میں رکھ دینا تاکہ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں اہل بیت نبوت کی یہ غلامی کی چٹھی دکھا سکوں۔ (انوار نبوت، ص ۱۱۴، ۱۱۵)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں ایک مرتبہ آپ کے لخت جگر حضرت عبداللہ آپ کے پاس آئے اندر آنے کی اجازت طلب کرنے پر آپ نے اجازت نہ دی۔ اس وقت حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کسی کام کے سلسلہ میں موجود تھے یہ دیکھتے ہی آپ واپس چلے گئے۔ حضرت فاروق اعظم کو بعد میں پتہ چلا کہ شہزادۂ علی تشریف لائے تھے اور واپس چلے گئے ہیں تو آپ نے فوراً حضرت امام حسن مجتبیٰ کو بلایا اور عرض کیا اے حسن واپس کیوں چلے گئے تھے؟ جناب امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواباً فرمایا کہ میں نے

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

رموز شناس نبوت اور کشتہ محبت و مودّت اہل بیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت کے معراج پر فائز نظر آتے ہیں۔

یہ انوکھا انداز محبت ہے جو کہیں اور آپ کو نہ ملے گا۔

ایک مثالِ بے مثال:

مثلاً ایک آدمی کو میرے والد گرامی سے سچی محبت ہے وہ جب مجھے دیکھے گا تو یہی کہے گا کہ یہ حضرت امام خطابت کے جگر گوشہ ہیں بالکل انہیں سے مشابہ ہیں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے

جب حضرت عبداللہ ابن عمر کو واپس جاتے دیکھا کہ آپ نے انہیں اجازت نہیں دی تو خیال کیا کہ ممکن ہے مجھے بھی اجازت نہ مل سکے اس وجہ سے واپس چلا گیا۔

حضرت فاروق اعظم نے عرض کیا اے شہزادۂ بتول! آپ سے بڑھ کر کون مستحق ہو سکتا ہے؟ ہمارے سروں پر جو کچھ ہے یہ سب کچھ محمد و آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صدقہ و عنایت ہے۔ (انوار نبوت، ص ۱۱۵)

جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایران کو فتح کیا تو مال غنیمت میں شاہ یزدگرد کی بیٹی حضرت شہر بانو آئیں شاہانہ پوشاک میں جو ہیرے جواہرات سے مزین و آراستہ تھیں سونے اور چاندی کے زیورات سے مالا مال تھیں۔

روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے انہیں اپنی زوجیت کے لیے طلب کیا تو حضرت فاروق اعظم نے انکار کر دیا اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طلب کرنے پر پیش فرما دیں اور فرمایا ''ہمیشہ شہزادی شہزادے کا حق ہوا کرتی ہے'' حضرت شہر بانو سے حضرت امام سجاد زین العابدین پیدا ہوئے جن سے آگے سادات چلے سادات حسینیہ کی جدہ محترمہ حضرت شہر بانو ہوئیں تمام سادات پر حضرت فاروق اعظم کا احسان ہے اس سے بڑھ کر خاندان نبوت سے پیار کیا ہو سکتا تھا کہ اپنے بیٹے کو دینے سے انکار کر دیا۔ آج کہا جاتا ہے کہ (معاذ اللہ تعالیٰ) وہ مال و زر کے طالب تھے اگر ایسا ہی تھا تو پھر سونے چاندی سے آراستہ حضرت شہر بانو (امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو) کیوں دیں جن سے کئی فدک خریدے جا سکتے تھے یہ زبان درازی کے سوا کچھ بھی نہیں۔ (انوار نبوت، ص ۱۱۶)

اور جو محبت نہیں رکھتا وہ دیکھے گا تو کہے گا ہاں ایک مولوی صاحب کا لڑکا ہے اور بس!

محبت کی پہچان یہیں سے ہو جاتی ہے۔

میرے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسی نگاہ سے دیکھا تو پکار اٹھے:

میرا باپ قربان! یہ میرے نبی کا جگر گوشہ ہے بالکل انہیں سے مشابہ ہے۔

اور مولائے کائنات اس وارفتگی و دیوانگی کو ملاحظہ فرما کر مسکرا رہے ہیں گویا محبت صدیقی کی صداقت و حقانیت پر مہر تصدیق ثبت فرما رہے ہیں۔

صدیق کا مقدر:

یہ میرے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقدر ہے کہ

کبھی نماز میں...... نبی کو بے حجاب ملاحظہ فرماتے ہیں اور کہتے ہیں......

اَلنَّظَرُ اِلٰی وَجْہِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ (کبیر، امام رازی)

کبھی سرِ راہ...... علی کو بے حجاب ملاحظہ فرماتے ہیں اور کہتے ہیں......

اَلنَّظَرُ اِلٰی وَجْہِ عَلِیٍّ عِبَادَۃٌ۔

(الصواعق المحرقہ، ص۱۲۳)(تفسیر عزیزی، پارہ نمبر ۳۰)

علی کا چہرہ دیکھنا عبادت ہے۔

کبھی اسی طرح...... انہیں نظروں سے امام حسن کو دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں......

بِاَبِیْ شَبِیْہٌ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

رندوں کے لیے میخانے کی ہر رسم عبادت ہوتی ہے
دلبر کو بٹھا کر پیشِ نظر چہرے کی تلاوت ہوتی ہے

عقیدۂ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

قَالَ اَبُوْبَكْرٍ اُرْقُبُوْا مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اَهْلِ بَيْتِهٖ۔ (بخاری شریف، جلد اوّل، ص ۵۳۰) (کنز العمال، جلد ۱۳، ص ۲۷۵)

''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا مندی آپ کے اہل بیت میں پوشیدہ جانو۔''

ایمانداری سے خدا اور رسول کو حاضر و ناظر جان کر بتاؤ:

ایسے عقیدہ والا صدیق...... خلافت غصب کر سکتا ہے...... معاذ اللہ

ایسے عقیدہ والا صدیق...... باغ فدک پر قبضہ کر سکتا ہے...... معاذ اللہ

نہیں ہر گز نہیں۔

ع یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہوگی

حضرت شیخ سعدی کیا خوب فرماتے ہیں کہ

خدایا بحق بنی فاطمہ ، کہ برقول ایمان کنی خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی در قبول من و دست و دامان آل رسول

۳۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ بِنَا فَيَجِيُّ الْحَسَنُ وَهُوَ سَاجِدٌ وَهُوَ اِذْ ذَاكَ صَغِيْرٌ فَيَجْلِسُ عَلٰى ظَهْرِهٖ مَرَّةً وَعَلٰى رَقَبَتِهٖ فَيَرْفَعُهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَفْعًا رَفِيْقًا فَلَمَّا فَرَغَ مِنَ الصَّلٰوةِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّكَ تَصْنَعُ بِهٰذَا

الصَّبِيِّ شَيْئًا لَا تَصْنَعُهُ بِأَحَدٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "إِنَّ هٰذَا رَيْحَانَتِي وَإِنَّ هٰذَا ابْنِي سَيِّدٌ وَحَسْبِي أَنْ يُصْلِحَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ"

(الصواعق المحرقہ، ص ۱۳۸ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان) (الشرف المؤبد لآل محمد، ص ۸۴)

نبی کریم علیہ السلام ہمیں نماز پڑھا رہے ہوتے اور حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر اس وقت چھوٹی تھی آپ آ کر سجدہ کی حالت میں کبھی حضور کی پشت منورہ پر کبھی گردن مبارک پر بیٹھ جاتے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آہستگی سے ان کو ہٹاتے جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ اس بچے کے ساتھ جو سلوک کرتے ہیں کسی اور کے ساتھ نہیں فرماتے تو آپ نے فرمایا:

''یہ میری خوشبو ہے، یہ میرا بیٹا سردار ہے اور میرے لیے یہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے دو مسلمان گروہوں میں صلح کرائے گا۔''

قارئین کرام! غور فرمایا آپ نے؟

ساری کائنات حضور علیہ السلام کو کہتی ہے	سید
ولی حضور علیہ السلام کو کہتے ہیں	سید
غوث حضور علیہ السلام کو کہتے ہیں	سید
قطب حضور علیہ السلام کو کہتے ہیں	سید
ابدال حضور علیہ السلام کو کہتے ہیں	سید
قلندر حضور علیہ السلام کو کہتے ہیں	سید
صدیق اکبر حضور علیہ السلام کو کہتے ہیں	سید

فاروق اعظم حضور علیہ السلام کو کہتے ہیں سید

عثمان غنی حضور علیہ السلام کو کہتے ہیں سید

حیدر کرار حضور علیہ السلام کو کہتے ہیں سید

طلحہ وزبیر حضور علیہ السلام کو کہتے ہیں سید

سلمان وبلال حضور علیہ السلام کو کہتے ہیں سید

ملائکہ حضور علیہ السلام کو کہتے ہیں سید

عرش والے حضور علیہ السلام کو کہتے ہیں سید

فرش والے حضور علیہ السلام کو کہتے ہیں سید

خدائی حضور علیہ السلام کو کہتی ہیں سید

بلکہ خدا بھی آپ کو فرماتا ہے سید...... (یٰسین: اے سید تمام مفسرین نے حتیٰ کہ مولوی ثناء اللہ نے بھی یہی لکھا)

اور آپ امام حسن کو فرمارہے ہیں سید

میرا یہ بیٹا ہے سید

میرا یہ بیٹا ہے میری خوشبو

اور خوشبو پھیلا کرتی ہے

میری خوشبو...... یہ میرا بیٹا ہے

یہ بھی ساری کائنات میں پھیلے گا

اور کائنات کو پتہ چلے گا یہ حق کی خوشبو ہے...... یہ نبوت کی خوشبو ہے...... یہ امامت کی خوشبو ہے...... یہ سیادت کی خوشبو ہے

۴-راکبِ دوشِ نبی:

حبر الامت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ

"اَقْبَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَدْ حَمَلَ الْحَسَنَ عَلٰی رَقَبَتِہٖ فَلَقِیَہُ رَجُلٌ فَقَالَ نِعْمَ الْمَرْکَبُ رَکِبْتَ یَا غُلَامُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَنِعْمَ الرَّاکِبُ ھُوَ"۔

(جامع الترمذی، جلد ثانی، ص ۲۱۸، الصواعق المحرقہ، ص ۱۳۷)

"حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی گردن مبارک پر اٹھائے ہوئے تشریف لائے تو آپ کو ایک آدمی ملا اس نے کہا اے نوجوان تو کیا ہی اچھی سواری پر سوار ہے۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ سوار بھی کیا اچھا ہے۔"[1]

کسی شاعر نے کیا خوب کہا کہ

راکبِ دوشِ نبی	بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ
ہے اسی کے دم سے یہ روشنی	کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
نانا نبی بابا علی	حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ
ہیں اسی کے در کے گداولی	صَلُّوْا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

۵-حضرت عبدالرحمٰن ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ

"اَشْبَہُ اَھْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِہٖ وَاَحَبُّھُمْ اِلَیْہِ الْحَسَنُ رَأَیْتُہٗ یُجِیْءُ وَھُوَ سَاجِدٌ فَیَرْکَبُ رَقَبَتَہٗ اَوْ قَالَ ظَھْرَہٗ فَمَا یُنْزِلُہٗ حَتّٰی یَکُوْنَ ھُوَ الَّذِیْ یَنْزِلُ وَلَقَدْ رَأَیْتُہٗ وَھُوَ رَاکِعٌ

---

[1] اس حدیث مبارک کو امام نبھانی نے حضرت عکرمہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔
(الشرف المؤبد لآل محمد، ص ۸۳)

فَيَفْرِجُ لَهٗ بَيْنَ رِجْلَيْهِ حَتّٰى يَخْرُجَ مِنَ الْجَانِبِ الْآخِرِ۔

(الصواعق المحرقہ، ص ۱۳۸)(الشرف المؤبد لآل محمد، ص ۸۴)

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل میں سے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے سب سے زیادہ مشابہ تھے اور سب سے زیادہ آپ کو محبوب میں نے حسن کو آتے دیکھا اور حضور علیہ السلام سجدہ میں تھے۔ آپ حضور علیہ السلام کی گردن یا پشت پر سوار ہو گئے اور اپنی مرضی سے ہی اترے اور میں نے آپ کو حالت رکوع میں دیکھا کہ آپ اپنی مبارک ٹانگوں کو کھلا کر دیتے حتیٰ کہ آپ دوسری جانب نکل جاتے۔''

ایک پنجابی کا شاعر کہتا ہے ؎

اک دن سجدے اندر آہے پاک حبیب غفاری
صاحبزادے موہڈیاں اتے کر بیٹھے اسواری
اتنے وچ جبریل وی آیا لے پیغام الٰہیں
فاطمہ دے فرزند نہ روون توں سجدیوں سیس نہ چاویں

اب سوال یہ ہے:

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ نماز میں غیر خدا کا خیال نماز کو فاسد کر دیتا ہے ان کا کیا فتویٰ ہے۔ نبی کریم علیہ السلام کی نماز کے متعلق کہ جو دوران نماز امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں؟ کیا جب وہ پشت منورہ پر سوار ہوتے یا گردن مبارک پر سوار ہوتے یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی مبارک ٹانگیں کشادہ فرماتے اور وہ دوسری جانب نکل جاتے تو یہ فعل کثیر نہیں؟ اور کیا اس دوران امام حسن کا خیال نہ آتا ہوگا؟

جواب اس کے علاوہ کیا ہوسکتا ہے کہ

شریعت	ان کے گھر کی ہے
طریقت	ان کے گھر کی ہے
دین	ان کے گھر کا ہے
اسلام	ان کے گھر کا ہے
نماز	ان کے گھر کی ہے

جس طرح چاہیں ادا فرمائیں ......تو اگر شہزادہ کے خیال سے امام الانبیاء علیہ السلام کی نماز فاسد نہیں ہوتی تو اس امام الانبیاء علیہ السلام کے خیال سے ہماری نماز کس طرح فاسد ہوسکتی ہے بلکہ نماز تو کامل ترین ہو جاتی ہے کیونکہ

روح نماز ہے یہی جان نماز ہے یہی
تو میرے روبرو رہے میں تیرے روبرو رہوں

۶۔حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ سے اور حسین علی سے ہیں:

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلْحَسَنُ مِنِّیْ وَالْحُسَیْنُ مِنْ عَلِیٍّ (رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ)

(جامع الاحادیث، جلد۵ص۵۹۹)(الصواعق المحرقہ، ص۱۹۱)

حسن مجھ سے ہیں اور حسین علی سے ہیں۔(برق سوزاں،ص۶۳۷)

تو اس حدیث مبارکہ سے پتہ چلا کہ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ شبیہ مصطفیٰ علیہ السلام تھے اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ شبیہہ مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ تھے۔

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس شباہت مصطفیٰ کی تائید ایک اور حدیث مبارکہ

سے بھی ہوتی ہے جسے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت فرمایا کہ

۷- لَمْ يَكُنْ اَحَدٌ اَشْبَهَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْحَسَنِ ابْنِ عَلِيٍّ۔

(بخاری شریف، جلد، اوّل، ص ۵۳۰)(جامع الترمذی، ص جلد ثانی، ص ۲۱۹)

''امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ نبی کریم علیہ السلام سے کوئی اور مشابہ نہیں تھا۔''

ایک اور روایت میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں شہزادوں کی نسبت فرماتے ہیں کہ

۸- اَلْحَسَنُ اَشْبَهَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَابَيْنَ الصَّدْرِ اِلَى الرَّاْسِ وَالْحُسَيْنُ اَشْبَهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كَانَ اَسْفَلُ مِنْ ذٰلِكَ۔

(جامع الترمذی، جلد ثانی، ص ۲۱۹، مشکوٰۃ شریف، ص ۵۷۱)

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سر مبارک سے سینہ مبارک اور امام حسین سینہ مبارک سے نیچے تک نبی کریم علیہ السلام کے مشابہ تھے۔

گویا دونوں شہزادوں کو ملا کر دیکھنے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری پوری شبیہ نظر آتی تھی۔

نبی کریم علیہ السلام کے انتقال پر ملال کے بعد جس صحابی کو خواہش ہوتی کہ وہ سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیدار کرے تو وہ دونوں شہزادوں کو سامنے بٹھا لیتے اور سرکار کی زیارت فرما لیتے۔

یہ تو صوری لحاظ سے ہے سرکار نے سیرت مقدسہ کے لحاظ سے بھی ارشاد فرمایا جبکہ سیدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا نے عرض کی حضور یہ آپ کے شہزادے ہیں انہیں

اپنی وراثت عطا فرمایئے تو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

۹- اَمَّا حَسَنٌ فَلَهُ هَيْبَتِيْ وَسُؤْدَدِيْ وَاَمَّا حُسَيْنٌ فَاِنَّ لَهُ جُرْأَتِيْ وَجُوْدِيْ (رَوَاهُ الطَّبْرَانِي)

(الصواعق المحرقۃ المطبوعۃ المکتبۃ المجیدیۃ الملتان، ص۱۹۱)

حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے میری ہیبت اور سرداری ہے اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے میری جرأت اور سخاوت ہے۔ اسے طبرانی نے روایت کیا۔

حضور علیہ السلام کی وراثت:

اس حدیث پاک میں ان لوگوں کی تردید ہے جو کہتے ہیں کہ نبی پاک علیہ السلام کی وراثت باغ فدک تھا یا کوئی دنیاوی مال اور حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تائید ہے جو کہتے تھے کہ انبیاء کی وراثت مال نہیں ہوتا بلکہ وہ سرکار علیہ السلام کا ارشاد پاک سناتے تھے کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

نَحْنُ مُعَاشِرُ الْاَنْبِيَاءِ لَا نُوْرِثُ مَا تَرَكْنَاهُ فَهُوَ صَدَقَةٌ۔

(بخاری شریف، جلد اوّل، ص۴۳۵، ۴۳۶)

ہم نبیوں کی جماعت وارث نہیں بنائے جاتے ہم جو کچھ چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی وراثت مال میں نہیں چلتی بلکہ علم میں چلتی ہے اور ان کے وارث علماء ہوتے ہیں۔

قرآن کریم سے بھی یہ عقیدہ ثابت ہے کہ حضرت یعقوب وآل یعقوب کو اپنے آباؤ اجداد سے ترکہ کیا ملا۔ ملاحظہ ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖۤ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ (پ۲، سورۃ البقرہ، آیت ۲۴۸)

اور اس (طالوت) کی بادشاہت کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس ایک صندوق آئے گا اس میں تمہارے رب کی طرف سے ایک سکون ہوگا اور اس سے باقی ترکہ ہوگا جو کچھ چھوڑا آل موسیٰ اور آل ہارون نے۔

اب اس میں کیا ترکہ تھا تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ اس صندوق میں تبرکات تھے۔

فِیْهِ اَلْوَاحُ التَّوْرَاةِ وَ رِضَاضُهٗ وَ عَمَامَةُ مُوْسٰی وَ نَعْلَاهُ وَعَمَامَةُ هٰرُوْنَ وَ نَعْلَاهُ۔ (تفسیر مظہری)

اس میں توریت کی تختیاں تھیں اور کچھ ان کے ٹکڑے اور موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے عمامے اور نعلین مبارک۔"

ملاحظہ ہو تفسیر مظہری اسی آیت کے ماتحت اور دیگر بہت ساری تفاسیر تو یہی ترکہ وراثت تھا نہ کہ دراھم ودنانیر یا کوئی زمین وغیرہ۔

۱۰- جو مجھ سے محبت کرتا ہے وہ حسن سے محبت کرے:

وَعَنْ زُهَیْرِ ابْنِ الْاَرْقَمْ قَالَ!

"قَامَ الْحَسَنُ ابْنُ عَلِیٍّ یَخْطُبُ فَقَامَ رَجُلٌ مِّنْ اَذْدِشَنُوْعَةٍ فَقَالَ اَشْهَرُ لَقَدْ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاضِعَهٗ عَلٰی حَبْوَتِهٖ وَهُوَ یَقُوْلُ:

"مَنْ اَحَبَّنِیْ فَلْیُحِبَّهٗ وَلْیُبَلِّغْ الشَّاهِدُ الْغَائِبُ۔"

(ذخائر العقبیٰ، ص ۱۲۳) (الشرف المؤبد لآل محمد، ص ۸۴، ۸۵) (کنز العمال، جلد ۱۳، ص ۲۸۰)

حضرت زہیر بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت امام حسن بن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے

تو قبیلہ بنی ازدشنوۃ کے ایک شخص نے اٹھ کر کہا:

''میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں (امام حسن کو چھوٹی سی عمر میں) گود میں اٹھا رکھا ہے اور آپ اس حال میں فرماتے تھے:

''جو شخص مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ اس سے محبت رکھے اور حاضر یہ بات غائب کو پہنچادے۔''

قارئین کرام! ذرا تصور فرمایئے

نبی اکرم نور مجسم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی محبت کو امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت سے لازم وملزوم قرار دیا اب جو شخص نبی کریم علیہ السلام سے محبت کا اعلان کرے اور امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بغض رکھے تو بفرمان رسول اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی محبت نہیں وہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس اعلان میں سراسر جھوٹ بول کر لوگوں کو دام تزویر میں پھنسا رہا ہے اور جب اس میں محبت رسول نہیں ہے تو اس کا ایمان کامل نہیں ہے کیونکہ ایمان تو محبت رسول کا نام ہے۔

اب امام حسن کو معاذ اللہ یہ کہنے والے کہ

''حسن بھی اپنے باپ کی طرح کافر ہوگیا''

جیسا کہ گزشتہ اوراق میں ہم ثابت کر چکے ہیں کہ شیعانِ علی نے امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ کفریہ کلمات کہے تو یہ لوگ کیسے مومن و مسلمان ہونے کے دعویدار ہیں۔

اور پھر جو ارشاد نبوی کے مطابق امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت رکھنے والا ہوگا وہ کبھی بھی حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اظہار نفرت نہ کرے گا

کیونکہ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو خلافت دے کر ان کی بیعت کی ہے یہ بات بھی ہم گزشتہ اوراق میں ثابت کر چکے ہیں۔

پھر ارشاد فرمایا! یہ بات جو حاضرین مجھ سے سن رہے ہیں غائبین تک پہنچا دیں۔

مطلب صاف ظاہر ہے کہ تا قیامِ قیامت جتنے مومنین مجھ سے محبت کرنے والے پیدا ہوں ان کی محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکمیل جبھی ہوگی کہ وہ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی محبت کریں گویا مومن حقیقی و غیر حقیقی کا فرق واضح فرما دیا اور تا قیامت ایک کسوٹی بیان فرما دی۔

آج آپ حضرات نے دیکھنا ہو کہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکھنے والا مومن کامل کون ہے تو امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ مبارکہ چھیڑ دیں جو شخص اس مبارک ذکر سے راضی ہو سمجھ لیں یہ مومن کامل ہے اور جو شخص اس سے اظہار ناراضگی کرے اور اس کے مکروہ ماتھے پہ شکن آ جائے سمجھ لو اس میں نفاق موجود ہے۔

یہی نشانی حضرت مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ الکریم کے باب میں رکھی گئی نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا کہ

لَا یُحِبُّہٗ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَّلَا یُبْغِضُہٗ اِلَّا مُنَافِقٌ۔

(ترمذی، مشکوٰۃ، الصواعق المحرقہ، ص۱۲۲) (تاریخ الخلفاء، اردو، ص۲۵۷)

"علی سے محبت نہیں کرے گا مگر مومن اور ان سے بغض نہیں رکھے گا مگر منافق۔"

اور حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان فرماتے ہیں کہ

کُنَّا نَعْرِفُ الْمُنَافِقِیْنَ بِبُغْضِہِمْ عَلِیًّا۔

(ترمذی، الصواعق المحرقہ، ص۱۲۲) (تاریخ الخلفاء اردو، ص۲۵۷)

"ہم منافقین کو بغض علی سے پہچانتے تھے۔"

لہٰذا اہلسنّت و جماعت حضرت مولائے کائنات اور آپ کی تمام اولاد پاک (علیہم الرضوان) سے محبت وعقیدت رکھتے ہیں۔ (فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ)[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

مَارَأَيْتُ الْحَسَنَ ابْنَ عَلِيٍّ قَطُّ اِلَّا فَاضَتْ عَيْنَايَ دُمُوْعًا وَ ذٰلِكَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا وَّاَنَا فِي الْمَسْجِدِ وَاَخَذَ بِيَدِيْ وَاتَّكَأَ عَلَيَّ حَتّٰى جِئْنَا سُوْقَ قَيْنُقَاعٍ فَنَظَرَ فِيْهِ ثُمَّ رَجَعَ حَتّٰى جَلَسَ فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ قَالَ:

"اُدْعُ ابْنِيْ"

فَاُتِيَ الْحَسَنَ ابْنِ عَلِيٍّ يَشْتَدُّ حَتّٰى وَقَعَ فِيْ حِجْرِهٖ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْتَحُ فَمَهٗ اَيِ الْحَسَنُ ثُمَّ يَدْخُلُ فَمَهٗ فِيْ فَمِهٖ وَيَقُوْلُ

"اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُحِبُّهٗ وَاُحِبَّ مَنْ يُّحِبُّهٗ ثَلٰثَ مَرَّاةٍ"

(الشرف المؤبد لآل محمد، ص ۸۵)

میں نے جب امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کی میری آنکھوں

---

[1] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ روایت کہ

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُحِبُّهٗ وَاُحِبَّ مَنْ يُّحِبُّهٗ (کنز العمال ج ۱۳ ص ۲۷۹ مطبوعہ لاہور)

"الٰہی میں اس (حسن) سے محبت کرتا ہوں اور اس سے بھی محبت کرتا ہوں جو اس سے محبت کرتا ہے۔"

بیان کر کے فرماتے ہیں:

فَمَا كَانَ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنَ الْحَسَنِ بَعْدَ اَنْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

"حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کے بعد مجھے امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ کوئی شخص محبوب نہ تھا۔" (الشرف المؤبد لآل محمد للنبهانی، ص ۸۵)

سے سیل اشک بہنے لگا اور یہ اس لیے ہے کہ میں ایک روز مسجد میں تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد سے نکلے تو میرا ہاتھ پکڑا اور مجھ پر بوجھ ڈال کر چلنے لگے یہاں تک کہ آپ قینقاع کے بازار کو ملاحظہ فرما کر واپس مسجد میں تشریف لے آئے اور بیٹھ کر فرمایا:

''میرے بیٹے (حسن) کو بلاؤ۔''

اسی اثناء میں حضرت حسن ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوڑتے ہوئے آئے اور آپ کی گود میں بیٹھ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا منہ کھولا اور اپنا مبارک منہ ان کے منہ میں دیتے ہوئے فرمایا:

''الٰہی میں اس سے محبت کرتا ہوں اور اس سے بھی محبت کرتا ہوں جو اس سے محبت کرتا ہے یہ بات آپ نے تین مرتبہ فرمائی۔''

قارئین کرام!

اس روایت سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ میرے آقا امام الانبیاء علیہ السلام کو اپنے اس نواسے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کس قدر محبت تھی کہ ان کی تلاش میں آپ خود بنفس نفیس بازار کی طرف تشریف لے گئے اور پھر بیقراری میں تلاش کرتے ہوئے مسجد میں تشریف لے آئے اور جب یہ شہزادہ رسول اپنے نانا جان کی خدمت میں والہانہ دوڑتے ہوئے پہنچے اور ان کی گود مبارک میں بیٹھ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ دہن مبارک ان کے منہ میں دے دیا جس دہن مبارک سے خود ذات خداوندی کلام فرماتی ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰي ○

(پ ۲۷، سورۃ النجم، آیت ۳،۴)

''اور وہ خواہش سے کلام نہیں فرماتے مگر وہی (کلام کرتے ہیں) جو ان

کی طرف وحی کی جائے۔"

اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

وہ دہن جس کی ہر بات وحی خدا
چشمۂ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

اور پھر جب اپنا دہن مبارک امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دہن مبارک میں دیا ہوگا تو اس دہن مبارک سے لعاب شریف بلافصل آپ کے مبارک منہ میں پہنچا ہوگا۔ وہی لعاب دہن مبارک جو دکھتی آنکھوں پر لگ جائے تو آنکھیں شفایاب، اگر کبھی کٹے بازو پر لگ جائے تو بازو درست اور اگر کبھی کسی کھاری کنویں میں پڑ جائے تو کھاری کنواں میٹھا ہو جائے۔

جس سے کھاری کنویں شیرۂ جاں بنے
اس زُلالِ حَلاوت پہ لاکھوں سلام

تو جس امام نے وہ لعاب دہن جی بھر کے چوسا ہوگا اس کو کیا لطف آیا ہوگا۔

شہد خوارِ لعابِ زبانِ نبی
چاشنی گیرِ عصمت پہ لاکھوں سلام

پھر اس لعاب دہن کو چوسنے والے اور اس مبارک منہ کو اپنے منہ میں لینے والے امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر معاویہ سے صلح کا فیصلہ درست ہی فرمایا ہوگا کیونکہ زبان نبوت سے مس ہونے والی زبان کبھی غلط فیصلہ نہیں کرسکتی۔[1]

---

[1] امام اجل حافظ الحدیث حضرت سیوطی علیہ الرحمت فرماتے ہیں کہ
ابن سعد نے ابن عبدالرحمٰن سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی زبان مبارک باہر نکالتے اور حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ زبان مبارک کی سرخی کو دیکھ کر بہت ہنستے اور خوش ہوا کرتے تھے۔
(تاریخ الخلفاء اردو، ص ۲۷۹)

؎ وہ زباں جس کو سب کن کی کنجی کہیں
اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہیں محبتوں کو یاد کر کے جب امام حسن کی زیارت کرتے تو ان کی آنکھوں سے زار و قطار آنسو بہنے لگتے بلکہ فقیر نے اکابر علماء اہلسنّت سے ایک واقعہ سینکڑوں مرتبہ سنا کہ ایک مرتبہ سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سواری پر تشریف لائے تو حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آپ کی سواری کی لگام تھامی ہوئی تھی جب سواری سے اتر کر مسجد نبوی شریف میں داخل ہوئے تو حضرت سیدنا ابو ہریرہ نے آپ کے نعلین مقدس تھام لیے۔

ذرا غور کیجئے یہ کون ابو ہریرہ ہیں:

سب سے زیادہ احادیث کے راوی

رسول اللہ علیہ السلام کے جلیل القدر صحابی

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عمر میں کہیں زیادہ

مگر آج امام حسن کے نعلین اٹھا کر اپنی دستار مبارک اتاری اور اس پر ان نعلین مبارک کو جھاڑنے لگے۔ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا اے چچا جان یہ کیا کر رہے ہو؟

عرض کیا شہزادے! اس خاک نعلین مقدس کو اپنی دستار میں محفوظ کر رہا ہوں۔

فرمایا کیوں؟

عرض کیا! کل بروز محشر اپنی مغفرت کروانے کے لیے بارگاہ خداوندی میں

نمازی ۔۔۔ اپنی نمازیں پیش کریں گے

روزے دار ۔۔۔ اپنے روزے پیش کریں گے

حاجی ۔۔۔ اپنے حج پیش کریں گے

زکوٰۃ دینے والے اپنی زکوتیں پیش کریں گے

نیکوکار اپنی نیکیاں پیش کریں گے

اور ابو ہریرہ اس خاک نعلین شہزادۂ رسول کو پیش کرے گا۔ حضرت شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی علیہ الرحمت کیا خوب فرماتے ہیں کہ

خدایا بحق بنی فاطمہ کہ بر قول ایماں کنی خاتمہ

اگر دعوتم رد کنی ور قبول من و دست و دامان آل رسول

اور عارف کھڑی شریف اپنی عقیدت کا یوں اظہار کرتے ہیں کہ آقا

آل اولاد تیری دامنگتا میں کنگال زیانی

پادیو خیر محمد تائیں صدقہ شہ جیلانی

تو نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی اس قدر محبتوں اور عنایات کو دیکھ کر حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ میں جب بھی امام حسن کی زیارت کرتا تو فرط محبت سے میری آنکھوں میں بے اختیار آنسو بہنے لگتے۔

جنہاں دلاں وچہ عشق سمایا روون کم او ناھاں

ملدے وی روندے وچھڑے وی روندے روندے ٹردیاں راھاں

اسی لیے اہلسنّت و جماعت نبی کریم کے شہزادوں سے محبت رکھتے ہیں کہ اگر ان سے محبت کریں گے تو محبوب خدا کی محبت کے مستحق ہو جائیں گے کیونکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''میں حسن سے محبت کرتا ہوں اور جو اس سے محبت رکھے اس سے بھی محبت کرتا ہوں۔''

سنی نبی کریم علیہ السلام کے ہر ارشاد کو اپنا ایمان قرار دیتا ہے لہٰذا وہ امام

حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بے پناہ محبت وعقیدت رکھتا ہے۔[1]

۱۲۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نبی کریم علیہ السلام کا تعلق خاطر

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ

خَرَجْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ طَائِفَةٍ مِّنَ النَّهَارِ حَتّٰى أَتٰى خِبَاءَ فَاطِمَةَ فَقَالَ

"أَثَمَّ لُكَعُ أَثَمَّ لُكَعُ يَعْنِيْ حَسَنًا"

فَلَمْ يَلْبَثْ أَنْ جَاءَ يَسْعٰى حَتّٰى اعْتَنَقَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا صَاحِبَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

"اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أُحِبُّهُ وَأَحِبَّ مَنْ يُّحِبُّهُ" (متفق علیہ)

میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دن کے ایک حصہ میں باہر نکلا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر پہنچے تو پوچھا:

"کیا یہاں منا ہے؟ کیا یہاں منا ہے؟

آپ کی مراد امام حسن سے تھی (جن کو ڈھونڈتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے تھے) ابھی آپ نے چند لمحے ہی گزارے تھے کہ امام حسن

---

[1] حضرت امام حسن کی ناف مبارک پر حضرت ابو ہریرہ کا بوسہ لینا:

عمیر بن اسحاق فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملاقات حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی تو آپ نے ان سے عرض کیا کہ اپنا کپڑا اٹھایئے تاکہ میں بوسہ دوں جس طرح کہ میں نے نبی کریم علیہ السلام کو بوسے دیتے ہوئے دیکھا ہے تو امام حسن نے اپنے پیٹ مبارک سے کپڑا اٹھا تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی ناف مبارک پر اپنا منہ رکھ دیا۔

(کنز العمال، جلد ۱۳، ص ۲۸۰) (مسند امام احمد بن حنبل، جلد ۳، ص ۶۴)

دوڑتے ہوئے آئے پھر امام حسن نبی کریم علیہ السلام کے گلے سے اور نبی کریم علیہ السلام امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گلے سے لپٹ گئے اور پھر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''خدایا! میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت رکھ اور اس شخص سے بھی محبت رکھ جو اس سے محبت رکھے۔'' (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ، مظاہر حق، جلد پنجم، ص ۷۱۴)!

! حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے اور فرمایا منا کہاں ہے؟ کیا یہاں منا ہے؟ تو امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے آپ نے لونگوں کا ہار پہن رکھا تھا اور اپنے ہاتھ کو لمبا کرنے لگے پس نبی کریم علیہ السلام نے بھی اپنا دست مبارک لمبا فرمایا اور ان کو اپنے سے چمٹا لیا اور فرمایا ''تجھ پر میرے ماں باپ قربان جو مجھ سے محبت کرتا ہے چاہئے کہ وہ اس (حسن) سے محبت کرے۔''

(کنز العمال، جلد ۱۳، ص ۲۷۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مسجد میں بیٹھا تھا کہ آپ نے فرمایا: ''میرے منے کو بلاؤ'' تو امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوڑتے ہوئے آئے اور اپنے دونوں ہاتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک داڑھی میں ڈال دیئے۔ نبی کریم علیہ السلام اپنا دہن مبارک کھول کر ان کے منہ میں ڈالنے لگے پھر تین مرتبہ فرمایا: ''اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما اور جو اس سے محبت رکھے اس سے بھی محبت رکھ۔'' (کنز العمال، ص جلد ۱۳، ص ۲۷۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے ان دونوں کانوں سے سنا اور ان دونوں آنکھوں سے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ نے حضرات حسنین کریمین میں سے ایک کو اپنی مبارک ہتھیلیوں سے پکڑا ہوا ہے اور ان کے قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدمان مقدسہ پر ہیں اور آپ فرماتے ہیں: ''ارے حزقہ ارے عین بقہ اوپر چڑھ یہ سن کر وہ چڑھے حتیٰ کہ اپنے پاؤں مبارک آپ کے سینہ مبارک پر رکھ دیئے پھر فرمایا منہ کھولو تو ان کا منہ چوم لیا۔ (کنز العمال، جلد ۱۳، ص ۲۷۹، لغات الحدیث، جلد اوّل، ص ۴۳۸) پھر فرمایا: یا اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان کو ایسے چوس رہے ہیں جیسے کھجور کھائی جاتی ہے۔ (کنز العمال، جلد ۱۳، ص ۲۸۰)

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

رَأَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْحَسَنُ ابْنُ عَلِیٍّ عَلٰی عَاتِقِہٖ یَقُوْلُ

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّہٗ فَاَحِبَّہٗ"۔(متفق علیہ)

(ایک دن) میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس حال میں دیکھا کہ حسن ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کاندھے پر سوار تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرما رہے تھے:

"اے اللہ میں اس سے (بہت) محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت رکھ۔"

(بخاری، مسلم، مشکوٰۃ، مظاہر حق، جلد پنجم، ص ۱۳۷)

قارئین کرام!

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے) حضرت ابوجعفر فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ علیہ السلام کے پاس تھے اچانک ان کو شدید پیاس لگ گئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے لیے پانی طلب فرمایا تو پانی نہ ملا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی زبان مبارک ان کو عطا فرما دی تو انہوں نے زبان مبارک کو چوسا اور سیر ہو گئے۔(کنز العمال، جلد ۱۳، ص ۲۸۱)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آرام فرما تھے کہ اچانک حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھٹنوں کے بل چلتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس حاضر ہوئے حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سینہ اقدس پر بیٹھ گئے اور پھر پیشاب کر دیا۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ میں آیا کہ امام حسن کو سرکار کے سینے سے اتار دوں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"تعجب ہے اے انس تم پر! اے انس میرے بیٹے اور میرے دل کے پھل کو چھوڑ دو کیونکہ یقیناً وہ شخص جس نے حسن کو اذیت پہنچائی اس نے مجھے اذیت پہنچائی اور جس نے مجھے اذیت پہنچائی اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت پہنچائی۔"(منتخب کنز العمال علیٰ حاشیہ مسند امام احمد بن حنبل، جلد ۵، ص ۱۰۲، مطبوعہ بیروت)

بلاشبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا پیارا اور چہیتا بنایا۔ پس جب اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو محبوب رکھا تو ہر مسلمان کو لازم ہے کہ وہ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت سے اپنے دل و دماغ کی دنیا معطر و معمور رکھے۔

مقام غور ہے کہ

جس شخصیت کو سواری کے لیے دوش نبوت مل جائے وہ دنیا کی بادشاہت کو کیا سمجھتا ہے؟ اسی لیے امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حکومت چند روزہ کو چھوڑ کر اس سے دستبرداری فرمالی اور حکومت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے فرمادی۔

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ دنیاوی بلندی کو چھوڑ کر کتنے بلند ہوئے؟

شب معراج نبی کریم علیہ السلام کا قدم مبارک عرش اعلیٰ پر

اور امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قدم مبارک عرش کے مسند نشین کے مبارک کندھوں پر

ع یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

کبھی امام حسن دوش نبوت پر

کبھی امام حسین دوش نبوت پر

اور کبھی حضرت علی دوش نبوت پر

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب:

حضرت امام جلال الدین السیوطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب وفضائل بے شمار ہیں۔
آپ بڑے بردبار اور حلیم الطبع، عزت وشان والے، پروقار، صاحب جاہ
وحشم تھے۔ آپ فتنہ وفساد اور خونریزی کو ناپسند فرماتے تھے۔ آپ سخاوت
میں بے بدل تھے بسا اوقات ایک ایک شخص کو ایک ایک لاکھ درہم عطا فرما
دیتے تھے۔ آپ نے بہت سی شادیاں کیں۔'' (تاریخ الخلفاء اردو، ص ۲۷۹)

پچیس حج پیدل:

حاکم نے عبداللہ بن عبید بن عمر سے روایت کی ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بغیر سواری کے پچیس حج ادا فرمائے جس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ اعلیٰ قسم کے اونٹ آپ کے ساتھ ہوتے تھے لیکن آپ ان پر سوار نہیں ہوتے اور پاپیادہ راستہ طے فرماتے۔ (تاریخ الخلفاء، ص ۲۷۹)

بعض کتب میں ہے کہ جب آپ سے عرض کیا گیا کہ آپ اونٹوں پر سوار ہو کر حج کیوں نہیں فرماتے؟ تو آپ نے فرمایا: مجھے سواری پر چڑھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوتے ہوئے حیاء آتی ہے۔

(الشرف المؤبد لآل محمد اردو، ص ۱۶۶ عربی، ص ۸۵) (الصواعق المحرقہ، ص ۱۳۹)

شیریں کلامی:

ابن سعد یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ آپ کی شیریں کلامی کا یہ عالم تھا کہ جب آپ کسی سے تکلم فرماتے تو جی چاہتا کہ بس آپ اسی طرح سلسلہ کلام جاری رکھیں اور خاموش نہ ہوں۔ میں نے آپ کی زبان سے کبھی کوئی فحش بات نہیں سنی۔ سوائے اس ایک بار کے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمرو بن عثمان کے مابین زمین کے سلسلہ میں کچھ تنازع تھا آپ نے ان سے تصفیہ کے سلسلہ میں کوئی بات کہی جسے

انہوں نے منظور نہیں کیا تو آپ نے فرمایا ''تمہاری ناک خاک آلود ہو'' بس یہی ایک فحش جملہ میں نے آپ کی زبان سے سنا۔'' (تاریخ الخلفاء، ص ۱۷۹)[۱]

تحمل و بردباری:

ابن سعد عمر بن اسحاق سے روایت کرتے ہیں کہ مروان جب حاکم تھا تو وہ منبر پر علی الاعلان حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سب وشتم کیا کرتا تھا۔ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کمال تحمل کے ساتھ) اس کی ان گستاخیوں کو سنا کرتے تھے اور خاموش رہا کرتے تھے۔

ایک دن مروان نے ایک شخص کو حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کہلا بھیجا ''علی پر علی پر اور تجھ پر تجھ پر تجھ پر؟'' اور تمہاری مثال تو بس خچر جیسی ہے کہ اس سے پوچھا جائے کہ تمہارا باپ کون تھا؟ تو جواب دیتا ہے کہ میری ماں گھوڑی تھی۔ مروان کے فرستادہ کی باتیں سن کر امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ جاؤ مروان سے کہہ دینا کہ تمہاری یہ باتیں بخدا مجھے یاد رہیں گی حالانکہ تم کو یقین تھا کہ میں

---

[۱] حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ عمرو ابن العاص اور ابو الاعور السلمی نے امیر معاویہ سے کہا ''حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے مرد ہیں کہ جنہیں تقریر کرنا نہیں آتا'' حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ایسا مت کہو بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے منہ میں لعاب دہن مبارک ڈالا ہے اور جس کے منہ میں حضور لعاب دہن ڈال دیں وہ ایسا نہیں ہو سکتا۔

(کنز العمال، جلد ۱۳، ص ۲۷۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے مبارک کندھے پر اٹھایا اور امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لعاب حضور (کے چہرہ اقدس پر) بہہ رہا ہے۔ (کنز العمال، جلد ۱۳، ص ۲۸۰)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو دیکھا کہ آپ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان یا ان کا ہونٹ چوس رہے تھے۔ (مسند امام احمد بن حنبل، جلد ۴، ص ۹۳)

تمہاری گالیوں کے بدلہ تم کو بھی گالیاں دوں گا لیکن میں صبر کرتا ہوں قیامت آنے والی ہے اگر تم سچے ہو تو اللہ جزائے خیر دے گا اور اگر تم جھوٹے ہوئے تو اللہ تعالیٰ کا انتقام اور اس کی گرفت بڑی سخت ہے۔ ابن سعد زریق بن سوار سے روایت کرتے ہیں کہ مروان اور حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان گفتگو ہو رہی تھی کہ اس نے آپ کے سامنے ہی گالیاں دینی شروع کر دیں اور حضرت حسن خاموش رہے اس اثناء میں مروان نے اپنے سیدھے ہاتھ سے ناک صاف کی حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے فرمایا: افسوس تجھے اتنا بھی نہیں معلوم کہ سیدھا ہاتھ ہاتھ دھونے کے لیے اور بایاں بول و بزار کے مقامات کے لیے ہے (تجھے بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا چاہیے تھی) یہ سن کر مروان خاموش ہو گیا۔[۱] (تاریخ الخلفاء، ص ۲۸۰)

مروان کا اعتراف:

ابن عساکر نے جویریہ بن اسماء کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازے میں مروان نے جب گریہ وزاری کی تو امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے کہا کہ اب تو روتا ہے اور آپ کی زندگی میں تو نے ان کے ساتھ کیا کچھ نہیں کیا؟ اور کیا کچھ نہیں کہا؟ یہ سن کر مروان نے کہا کہ آپ کو معلوم ہے میں ایسا اس شخص کے ساتھ کرتا تھا جو اس پہاڑ (پہاڑ کی طرف اشارہ کر کے) سے بھی

---

[۱] حضرات قارئین! یہی وہ مروان لعین ہے جو امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا سبب بنا اور تا قیامت فتنہ و فساد کا موجب قرار پایا مگر آج کل خارجی ملاں اس کو امیر المومنین اور نا معلوم کیا کیا بکتے ہیں۔ اس کی تصدیق کے لیے دیکھیں مولوی فیض عالم صدیقی کی کتب ''حقیقت مذہب شیعہ اور سادات بنی رقیہ وغیرہ'' جس میں بار بار اس ملعون کو امیر المومنین کے لقب سے ملقب کیا گیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سب و شتم برسر منبر یہی کرتا کرواتا تھا۔ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنے کے لیے گورنر مدینہ ولید بن عقبہ کو بھی اسی ملعون نے ابھارا تھا۔

زیادہ بردبار وحلیم تھا۔ (تاریخ الخلفاء، ص ۲۸۱)

جب آپ اپنے والد گرامی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شہادت کے بعد تخت خلافت پر متمکن ہوئے تو چالیس ہزار سے زائد افراد نے آپ کے ہاتھوں پر جان فدا کرنے کی بیعت کی تھی۔ یہ لوگ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مطیع فرماں بردار اور آپ سے محبت کرنے والے تھے۔ آپ سات ماہ تک عراق وخراسان اور یمن وحجاز وغیرہ کے خلیفہ رہے اور پھر بغیر لڑائی جھگڑا کرنے کے یہ امر امیر معاویہ کے سپرد کر دیا حالانکہ آپ صاحب عزت تھے مگر مسلمانوں کا خون بہانے سے ڈرتے تھے جب آپ نے امیر معاویہ سے بیعت کر لی تو ان کے کوفہ میں داخل ہونے سے پہلے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

"اے لوگو! ہم تمہارے امیر اور مہمان ہیں اور تمہارے نبی کے اہل بیت ہیں وہ اہل بیت جن سے اللہ تعالیٰ نے رجس کو دور کر کے انہیں اچھی طرح پاکیزہ فرما دیا ہے۔ یہ بات آپ نے متعدد بار کہی یہاں تک کہ لوگ رونے لگے اور ہر شخص کی چیخیں نکل گئیں۔" (الشرف المؤبد لآل محمد، ص ۱۶۷ اردو، ص ۸۶ عربی)[1]

---

[1]: پیکر حلم حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ملاں امام بوسن علیہ الرحمت اپنی کتاب الفضل المؤبد میں تحریر فرماتے ہیں کہ

"ضبط نفس میں (حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اپنی مثال آپ تھے محاسبۂ نفس کا یہ عالم تھا کہ اپنی ایک ایک ادا پر اس قدر گرفت فرماتے:

اے حسن! آج تو نے اپنے اور اپنے مالک کے لیے کیا کیا ہے؟

جب رات ہوئی تو مصلیٰ پر کھڑے ہو جاتے اور سجدوں میں اس قدر روتے کہ جائے نماز آنسوؤں سے بھیگ جایا کرتی۔ لوگوں کے طعن وتشنیع کی کوئی پروا نہیں فرمایا کرتے تھے۔ حاسدین پیٹھ پیچھے شکایت کرتے تو آپ

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

سید الاسخیاء کی سخاوت:

ابن سعد، علی بن زید بن جدعان سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو مرتبہ اپنا تمام مال اللہ کی راہ میں خرچ فرمادیا اور تین بار نصف نصف مال راہ خدا میں دیدیا یہاں تک کہ ایک جوتا بخش دیا اور ایک رکھ لیا۔ ایک موزہ دے دیا اور ایک رکھ لیا۔

(تاریخ الخلفاء مترجم شمس بریلوی، ص ۲۸۰ مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کراچی)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے) ان کی ہدایت کے لیے دعا فرمایا کرتے تھے جب کسی خادم سے ایسی حرکت سرزد ہوتی جس سے غصہ چڑھ جاتا تو آپ اسی وقت وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ پڑھتے ایک مرتبہ غلام گرم گرم سالن لا رہا تھا کہ اس کے ہاتھ سے وہ سالن آپ پر گر پڑا تو آپ کو غصہ آیا آپ نے اس کی طرف دیکھا تو اس نے فوراً کہا "وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ" (اور غصہ کو پینے والے) فرمایا میں نے غصہ کو پی لیا۔ اس نے دوبارہ عرض کیا: وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ (اور لوگوں کو معاف فرمانے والے) فرمایا میں نے تجھے معاف کردیا۔ اس نے پھر کہا: وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (اور اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کو پسند فرماتا ہے) فرمایا جا میں نے تجھے آزاد کیا۔"

(انوار نبوت ترجمہ الفضل الموبد لآل محمد از امام یوسف ملتانی، ص ۶۱۵))

<u>عزت نفس مجروح نہ ہو:</u> "ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں ایک اعرابی حاضر ہوا۔ آپ نے اسی وقت خادم کو فرمایا جو کچھ پاس ہے اس کو دے دیا جائے۔ دس ہزار درہم موجود تھے۔ آپ نے سارے کے سارے اس کو عنایت فرمادیئے۔ اعرابی نے عرض کیا اے شہزادۂ بتول! میں نے تو ابھی سوال ہی نہیں کیا تھا، آپ نے تو مانگنے کا موقع بھی نہیں دیا اس پر سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے اعرابی! ہمارے نفوس مانگنے سے پہلے سائل کو عطا کرنے کے عادی ہیں تاکہ سائل کی عزت نفس مجروح نہ ہونے پائے۔"

(انوار نبوت، ترجمہ الفضل الموبد لآل محمد، ص ۶۱۴)

<u>مزدور کو اشرفیاں دیں:</u> "ایک مزدور حاضر خدمت ہوا اس کو حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہزار اشرفیاں عطا فرمائیں وہ مزدور اشرفیاں نہ اٹھا سکا تو اس نے اشرفیاں اٹھانے کے لیے مزدور کیا تو آپ نے اس مزدور کی مزدوری بھی خود عطا فرمائی۔" (انوار نبوت، ص ۶۱۵)

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ایک مرتبہ آپ سے پوچھا گیا کہ
''ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کبھی کسی سائل کو خالی ہاتھ واپس نہیں جانے دیتے اگرچہ آپ کے پاس کچھ ہو یا نہ ہو۔''
تو آپ نے ارشاد فرمایا:
''میں اللہ کی بارگاہ میں سوال کرتا ہوں، مجھے شرم آتی ہے کہ میں خود سائل ہوں اور اگر کوئی سائل دامن پھیلائے تو اسے خالی ہاتھ واپس کروں۔ اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ عہد کیا کہ وہ مجھ پر اپنی رحمتوں کے دریا بہائے گا اور میں نے اس سے وعدہ کیا کہ میں لوگوں پر نعمتوں کے دریا بہاؤں گا۔ مجھے ڈر ہے کہ اگر میں یہ عادت ختم کردوں تو اللہ تعالیٰ مجھ سے اپنی عادت روک لے گا۔'' (نور الابصار، ص ۱۲۳)

علامہ مومن شبلنجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر کرتے ہیں کہ
ایک سائل نے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں آکر سوال کیا (اتفاق کی بات ہے کہ) آپ کے پاس اس وقت اپنی بھوک

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے)

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور خوف خدا: ''احکم الحاکمین کی حاکمیت کے خوف کا یہ عالم تھا جب نماز کے لیے وضو فرماتے تو جسم کا ایک ایک عضو کانپتا، جسم پر غشی طاری ہو جاتی تھی۔ رنگ زرد ہو جاتا تھا، کپکپی کا یہ عالم ہوتا کہ پورے جسم (مبارک) پر لرزہ طاری رہتا، زار و قطار آنکھوں کے اشکوں کی برسات میں حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سربسجود ہوا کرتے۔

تلاوت کلام پاک کے وقت بھی طبیعت میں عجیب روحانی اثرات ہوتے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا والی آیات پڑھتے تو روتے ہوئے اَللّٰهُمَّ لَبَّیْكَ کی صدائیں بلند فرمایا کرتے۔

جنت و دوزخ کے تصور میں گم ہوتے تو تڑپتے اور زار و قطار روتے ہوئے فرماتے اے پروردگار عالم! حسن تیری مخلوق میں انتہائی کمتر ہے کاش یہ تنکا ہوتا جو گلیوں میں لوگوں کے پاؤں میں روندا جاتا ہے۔''

(انوار نبوت ترجمہ الفضل المؤبد لآل محمد، ص ۶۱۴ از امام یوسف ملتانی)

مٹانے کے لیے بھی کچھ نہ تھا اور آپ کسی سائل کو خالی لوٹانا بھی مناسب خیال نہ فرماتے تھے تو آپ نے سائل سے فرمایا: ''کیا میں ایک چیز کی طرف تجھے رہنمائی نہ کروں جس سے تجھے مال حاصل ہو'' سائل نے عرض کیا حضور! وہ کیا چیز ہے؟ آپ اس کی طرف ضرور رہنمائی فرمائیں۔

آپ نے فرمایا کہ تم خلیفہ کے پاس جاؤ اس کی شہزادی فوت ہو چکی ہے اور وہ بہت غمگین ہے جو شخص اس کی شہزادی کی موت پر تعزیت کرے وہ اسے بہت نوازتا ہے تو بھی اس کے پاس تعزیت کر اس طرح تجھے بھی مال حاصل ہوگا۔

سائل نے عرض کیا! مجھے وہ الفاظ یاد کروا دیں جو میں وہاں جا کر کہوں تو آپ نے فرمایا:

قُلْ لَهُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ سَتَرَهَا بِجُلُوْسِكَ عَلٰی قَبْرِهَا وَلَا هَتَكَهَا بِجُلُوْسِهَا عَلٰی قَبْرِكَ۔

''اسے کہنا کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے اس کی قبر پر آپ کے بیٹھنے سے اس پر پردہ ڈالا اور آپ کی قبر پر اس کے بیٹھنے سے اسے بے پردہ نہ کیا (یعنی کہ اللہ تعالیٰ کا تم پر یہ بھی ایک احسان ہے کہ وہ تم سے پہلے فوت ہوگئی ورنہ اسے تمہاری قبر پر بیٹھنا پڑتا جو کسی طور پر مناسب نہ تھا)۔''

وہ سائل خلفیہ کے پاس گیا اور انہیں الفاظ کے ساتھ اظہار تعزیت کیا۔ خلیفہ نے یہ الفاظ سنے تو اس کا سارا غم کافور ہو گیا۔

خلفیہ نے سائل کو انعام دینے کا حکم صادر کیا اور سائل سے کہا کہ تجھے اللہ کی قسم ہے بتاؤ یہ کلام تمہارا ہے؟

سائل نے کہا نہیں یہ کلام فلاں بزرگ (یعنی امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا ہے
خلفیہ نے کہا:

صَدَقْتَ فَاِنَّهٗ مَعْدَنُ الْكَلَامِ الْفَصِيْحِ۔

''تو سچ کہتا ہے کیونکہ وہ (امام حسن) فصیح کلام کی کان ہے۔''

اوراس نے سائل کومزید انعام دینے کا حکم دیا۔'' (نورالابصار،ص۱۳۲،مطبوعہ مصر)

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ ایک شخص کوآپ نے اللہ تعالیٰ سے دس ہزار درہم مانگتے سنا آپ گھر تشریف لائے اوراس کے پاس دس ہزار درہم بھیج دیئے۔ (آل رسول،ص۵۰۰،از خضرملت)

ایک شخص نے آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر سوال کیا اوراپنی بدحالی کا شکوہ کیا۔آپ نے اپنے وکیل کوبلایا اوراس سے اپنے سالانہ خرچ اورآمدنی کا پورا حساب کروایا اورحکم فرمایا جو سالانہ خرچ سے بچتا ہے وہ میرے پاس لے آؤ۔وکیل نے پچاس ہزار درہم حاضر کیئے۔آپ نے دوبارہ پچاس ہزار دینار (پانچ لاکھ درہم) کے متعلق فرمایا تمہارے پاس تھے وہ کہاں ہیں؟

وکیل نے عرض کیا وہ محفوظ ہیں۔آپ نے فرمایا: وہ بھی لے آؤ جب وہ لے کر آیا تو آپ نے پچاس ہزار درہم اور پچاس ہزار دینار اس شخص کوعطا فرمادیئے اورپھر اس سے معذرت کی۔ (نورالابصار،ص۱۲۲مطبوعہ مصر)

ایک مرتبہ حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بھائی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ حج کے ارادہ سے نکلے ان کے ساتھ ان کے چچازاد بھائی حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔تھوڑا راستہ طے کرنے کے بعد سامان سفر اٹھانے سے یہ دونوں حضرات عاجز آ گئے۔بھوک اور پیاس نے ستایا ایک خیمہ پرنظر پڑی،اس کی طرف چل دیئے وہاں ایک بوڑھی عورت ملی۔اس سے

پوچھا تمہارے پاس پینے کو کچھ ہے؟ اس نے ہاں میں جواب دیا یہ سن کر اپنے لبادے اتارے اور بیٹھ گئے۔ اس کے پاس صرف ایک بکری تھی وہ کہنے لگی اسے دوہیئے اور اس کا دودھ پیجئے۔

چنانچہ ان حضرات نے ایسا کیا پھر کہنے لگے کیا کھانے کو کچھ ہے؟ کہنے لگی یہی گھٹیا اور بچا کھچا مال ہے اس کے علاوہ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر کہتی ہوں کہ تم میں سے کوئی اس کو ذبح کرے اور اس دوران میں تمہارے لیے لکڑیاں جمع کر کے لاتی ہوں اسے بھونیے اور کھائیے۔

انہوں نے ایسا کیا جب دوپہر کا وقت گزر گیا کچھ دیر آرام کر لیا ٹھنڈک ہو گئی تو یہ حضرات اس کے ہاں سے چل دیئے اور اس سے کہا اے عورت ہم قریش کے افراد ہیں اس طرف یعنی مکہ معظمہ جانا چاہتے ہیں صحیح و سالم واپس آ گئے تو ہمارے پاس آیئے ہم تیرے ساتھ نیکی کریں گے انشاء اللہ العزیز یہ کہہ کر چل دیئے۔

جب اس عورت کا خاوند آیا اسے اس کی کارکردگی کا علم ہوا تو وہ اس سے کہنے لگا تیری خرابی ہو اپنی بکری ایسے لوگوں کے لیے ذبح کرتی ہے جنہیں ہم جانتے ہی نہیں اس نے بتایا کہ وہ خاندان قریش کے افراد تھے چنانچہ کچھ عرصہ بعد قحط سالی آ گئی دونوں میاں بیوی گھر سے نکلنے کے لیے مجبور ہو گئے۔ مدینہ منورہ جانے کے لیے مجبور ہو گئے یہاں پہنچ کر مینگنیاں جمع کرنے لگے۔ اسی اثناء میں مدینہ منورہ کی ایک گلی میں ٹوکری اٹھائے جا رہے تھے۔ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس دن اپنے گھر کے دروازے پر تشریف فرما تھے۔ آپ کی نظر اس عورت پر پڑی تو اسے پہچان لیا اور آواز دے کر فرمانے لگے اے اللہ تعالیٰ کی بندی کیا تو مجھے پہچانتی ہے؟ اس نے نفی میں جواب دیا۔ آپ نے فرمایا میں تیرے انہی مہمانوں میں سے ہوں جو فلاں دن فلاں سال اور فلاں جگہ تیرے ہاں آئے تھے وہ کہنے لگی میرے ماں باپ آپ پر قربان

ہوں میں تمہیں نہیں پہچانتی ہوں آپ نے اس سے فرمایا تو اگر مجھے نہیں پہچانتی تو میں تو تمہیں پہچانتا ہوں۔

پھر آپ نے اپنے غلام کو حکم دیا اس نے صدقہ کی بکریوں میں سے ایک ہزار بکریاں خریدیں آپ نے ان کو وہ عطا فرمادیں اور اس عورت کو ایک ہزار دینار بھی دیئے پھر اسے اپنے بھائی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف بھیجا۔

جب وہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئی تو آپ نے بھی اس کو پہچان لیا۔ غلام سے پوچھا میرے بھائی حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو کیا کچھ دیا ہے جب اس نے بتایا تو آپ نے بھی اس کو اتنا ہی دینے کا حکم دیا جتنا کہ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیا تھا۔

بعد ازاں اسے اپنے چچازاد بھائی حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں بھیجا جب وہ ان کے پاس آئی تو انہوں نے بھی اس کو پہچان لیا اور فرمایا بخدا اگر اس نے مجھ سے ابتداء کی ہوتی تو میں ان دونوں سے سبقت لے جاتا پھر حکم دیا کہ اس عورت کو دو ہزار بھیڑیں اور دو ہزار دینار دیئے جائیں۔

(علموا اولادکم محبت اهل بیت النبی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، ص ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹)

چند اقوال امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

ایک دن آپ کے والد ماجد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ سے پوچھا: اے بیٹے سداد کیا ہے؟ عرض کیا نیکی کے ساتھ برائی کو ٹالنا۔

فرمایا: شرف کیا ہے؟ عرض کی رشتہ داروں کے ساتھ بنا کے رکھنا اور ان کے بوجھ اٹھانا۔

فرمایا: سماح کیا ہے؟ عرض کی تنگی اور آسانی دونوں حالات میں مال خرچ کرنا۔

فرمایا: اللوم کیا ہے؟ عرض کی ایک آدمی مال جمع کرے اور اس کے لیے اپنی عزت وآبرو کو قربان کر دے۔

فرمایا: جبن کیا ہے؟ عرض کی دوست پر چڑھائی کرنا اور دشمن سے پیچھے ہٹ جانا۔

فرمایا: غنا کیا ہے؟ عرض کی جو کچھ اللہ تعالیٰ نے مقدر فرمایا ہے خواہ وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو اس پر راضی رہنا۔

فرمایا: حلم کیا ہے؟ عرض کی غصہ پی جانا اور اپنے آپ پر قابو رکھنا۔

فرمایا: منعتہ کیا ہے؟ عرض کی سخت بہادری اور قوی ترین دشمن سے مقابلہ کرنا۔

فرمایا: الذل کیا ہے؟ عرض کی حملے کے وقت خوفزدہ ہو جانا۔

فرمایا: کلفتہ کیا ہے؟ عرض کی کسی انسان کا کسی ایسے معاملہ اور موضوع میں گفتگو کرنا جو اس کے مطلب کی نہ ہو۔

پوچھا مجد کیا ہے؟ عرض کی کہ تاوان کے وقت بخشش کرنا اور جرم سے درگزر کرنا۔

فرمایا: السودد کیا ہے؟ عرض کی عمدہ اور اچھی باتوں کا کرنا اور بری باتوں کو چھوڑ دینا۔

فرمایا: السفہ کیا ہے؟ عرض کیا گھٹیا پن اختیار کرنا اور گمراہی سے محبت کرنا۔

فرمایا: الغفلتہ کیا ہے؟ عرض کی عبادت گزار سے کنارہ کشی اختیار کرنا اور مفسد کی پیروی کرنا۔

آپ فرمایا کرتے کہ لوگوں کی ہلاکت تین چیزوں سے ہے، غرور، لالچ اور حسد، غرور بربادی دین کا سبب ہے اسی وجہ سے ابلیس ملعون ٹھہرا لالچ نفس کا دشمن ہے اسی کے سبب سے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے نکالا گیا اور حسد برا رہبر ہے اسی کی وجہ سے قابیل نے ہابیل کو قتل کیا۔

(علموا اولادکم محبة اهل بيت النبي صلى الله عليه وآله وسلم، ص ۱۸۲، ۱۸۳)

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حضور علیہ السلام سے روایت:

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت سی احادیث مبارکہ روایت کی ہیں اور آپ کے حوالہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور بہت سے حضرات تابعین مثلاً آپ کے صاحبزادگان اور ابوالحورا، ربیعہ بن شیبان، الشعبی اور ابو الوائل (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) وغیرہ نے احادیث بیان کیں۔ (تاریخ الخلفاء، ص ۲۷۷)، ابوالحوراء روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں نے حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو کیا کچھ دیا ہے۔ انہوں نے فرمایا مجھے جناب سے یہ یاد ہے کہ ایک دفعہ میں نے صدقہ کی کھجور لے کر منہ میں ڈال لی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو میرے لعاب سمیت میرے منہ سے نکال کر صدقہ کی کھجوروں میں رکھ دیا۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس بچہ کے کھجور کا دانہ لینے میں آپ نے کیا حرج سمجھا فرمایا ہم آل محمد کے لیے صدقہ حلال نہیں اور آپ فرماتے تھے: ''دَعْ مَايُرِيْبُكَ اِلٰى مَا لَا يُرِيْبُكَ فَاِنَّ الصِّدْقَ طَمَانِيَةٌ۔

(کنز العمال، مسند امام احمد بن حنبل، اپنی اولاد کو محبت اہل بیت سکھاؤ، ص ۱۷۴، انوار نبوت ترجمہ الفضل الموبد، ص ۵۸۸)

اپنے دور کے سب سے بڑے محدث......امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دور کے عظیم عالم اور محدث اعظم تھے کیوں نہ ہوتے کہ آپ کے نانا جان منبع علم اور آپ کے والد گرامی باب مدینۃ العلم ہیں ارشاد نبوی ہے کہ

أَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا۔

میں علم کا شہر ہوں علی اس کا دروازہ ہے۔

(بزار، طبرانی الاوسط، الصواعق المحرقہ، ص۱۲۲)

أَنَا دَارُ الْحِكْمَةِ وَ عَلِيٌّ بَابُهَا۔ میں حکمت کا شہر ہوں علی اس کا دروازہ ہے۔ (جامع الترمذی باب فضائل علی المرتضیٰ)

تو باب مدینۃ العلم کا لخت جگر اور شہر علم کا نور نظر کس طرح اپنے دور کا سب سے بڑا عالم، محدث اور فقیہ نہ ہوتا حضرت علامہ مومن شبلنجی فرماتے ہیں:

''امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد (مسجد نبوی شریف) میں تشریف لاتے تو لوگ (قرآن وسنت کی تعلیم کے حصول کے لیے) ان کے پاس جمع ہو جاتے۔ ایک شخص آیا اور دیکھا کہ ایک آدمی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث مبارکہ بیان کر رہا ہے اور لوگ اس کے پاس جمع ہیں۔ اس نے آتے ہی کہا کہ شاہد ومشہود کا (مطلب) بیان کریں۔ فرمایا: ہاں ضرور بیان کروں گا:

''شاہد جمعہ کا دن اور مشہود عرفہ کا دن ہے۔''

وہ شخص وہاں سے اٹھا دوسرے شخص کے پاس گیا وہ بھی حلقہ درس میں حدیث بیان کر رہا تھا اس سے شاہد ومشہود کے متعلق دریافت کیا اس محدث نے جواب میں کہا ''شاہد جمعہ کا دن اور مشہود نحر (جس دن لوگ قربانی کرتے ہیں اس دن کو) کہتے

ہیں)۔

پھر وہ آدمی اٹھ کر تیسرے محدث کے پاس حاضر ہوا اور ان سے بھی شاہد و مشہود کا معنی دریافت کیا انہوں نے فرمایا:

''شاہد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مشہود قیامت کا دن ہے۔''

اور فرمایا کیا تو نے سنا نہیں کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ۝

(پ۲۲، سورۃ الاحزاب، آیت ۴۵)

''اے نبی! ہم نے آپ کو شاہد اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بھیجا ہے۔''

اور ذٰلِكَ یَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّهُ النَّاسُ وَ ذٰلِكَ یَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ۝

(ہود:۱۰۳)

''اس دن سب لوگ اللہ تعالیٰ کے حضور جمع ہوں گے اور وہ دن مشہود ہے۔''

اس شخص نے پوچھا کہ پہلا محدث کون ہے؟ لوگوں نے کہا وہ حضرت ابن عباس ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

اس نے کہا دوسرا کون ہے؟ لوگوں نے کہا وہ حضرت ابن عمر ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

وہ بولا تیسرا محدث کون ہے؟ جواب آیا وہ امام حسن ابن علی ابن ابی طالب ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

اس کو امام ابوالحسن علی بن احمد واحدی نے تفسیر الوسیط میں ذکر کیا ہے۔

(خلفاء رسول، ص ۲۲۳، نور الابصار، ص ۱۲۰، تنویر الازہار، جلد اول، ص ۴۲۴)

ایک حدیث مبارکہ کی تشریح:

علامہ شبلنجی ہی فرماتے ہیں کہ

"ایک مرتبہ سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ غسل فرما کر باہر تشریف لائے جبکہ آپ پر خوبصورت چادر تھی۔ کانوں کی لو تک بال مبارک اور چہرہ خوشنما تھا، راستہ میں ایک محتاج یہودی سامنے آتا نظر آیا جس پر شکستہ چمڑہ کا لباس اور وہ غربت وذلت پر سوار تھا جبکہ دوپہر کے سورج نے اس کے دونوں ہونٹ خشک کر دیئے تھے وہ پانی کا مٹکا کندھوں پر اٹھائے ہوئے تھا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ٹھہرا کر کہنے لگا:

"جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحبزادے سے ایک سوال ہے۔"

فرمایا: "کہو کیا سوال ہے؟"

اس نے کہا: "آپ کے جدامجد فرماتے ہیں: (اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّۃُ الْکَافِرِ) دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کی جنت ہے۔ آپ مومن ہیں اور میں کافر ہوں۔ میں دنیا آپ کے لیے جنت دیکھ رہا ہوں اور آپ اس میں عیش وعشرت سے زندگی بسر کر رہے ہیں اور میں اسے اپنے لیے قید خانہ دیکھ رہا ہوں اس کی تکلیف نے مجھے ہلاک کر دیا ہے۔ اس کی غربت واحتیاجی نے مجھ کو مصائب میں مبتلا کر رکھا ہے۔"

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا کلام سنا اور فرمایا:

"اے یہودی! اگر تو وہ نعمتیں دیکھ لے جو اللہ تعالیٰ نے میرے لیے جنت میں تیار کی ہوئی ہیں تو تُو یقین کر لے گا کہ میں ان نعمتوں کی نسبت اب قید خانہ میں ہوں اور اگر تو وہ عذاب دیکھ لے جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے

آخرت میں تیار کر رکھا ہے تو اس وقت تو اپنے آپ کو وسیع جنت میں دیکھے گا۔"

(خلفائے رسول، ص ۲۲۴، نور الابصار، ص ۱۲۰، تنویر الازھار، جلد اوّل، ص ۴۲۵-۴۲۶)

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حضرت علی سے گفتگو (رضی اللہ تعالیٰ عنہما):

حضرت علامہ مؤمن شبلنجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رقم فرماتے ہیں کہ
"حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ نقل کیا کہ امیر المؤمنین حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے لخت جگر حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا میرے بیٹے اچھا کام کیا ہے؟"

امام حسن نے کہا: بری شئی کو دفع کرنا۔

فرمایا: شرافت و بزرگی کیا ہے؟

امام حسن نے کہا: قبیلہ کے ساتھ اچھا سلوک رکھنا اور ان کی سختی برداشت کرنا۔

فرمایا: سخاوت کیا ہے؟

امام حسن نے کہا: تنگی اور فراخی میں مال خرچ کرنا۔

فرمایا: ملامت کیا ہے؟

امام حسن نے کہا: انسان کا اپنے لیے مال جمع کرنا اور اپنی عزت خراب کر دینا۔

فرمایا: بزدلی کیا ہے؟

امام حسن نے کہا: دوست پر زیادتی کرنا اور دشمن سے ڈرنا۔

فرمایا: غنا کیا ہے؟

امام حسن نے کہا: انسان کا اس شئی سے خوش رہنا جو اللہ تعالیٰ نے اس کی قسمت

میں رکھا ہے اگر چہ تھوڑا ہی ہو۔

فرمایا: بردباری کیا ہے؟

امام حسن نے کہا: غصہ کو دبانا اور اپنے نفس کو قابو میں رکھنا۔

فرمایا: طاقت کیا ہے؟

امام حسن نے کہا: لڑائی سخت کرنا اور لوگوں میں سے غالب شخص سے منازعت کرنا۔

فرمایا: ذلت و رسوائی کیا ہے؟

امام حسن نے کہا: صدمہ کے وقت بے قراری کا اظہار کرنا۔

فرمایا: تکلف کیا ہے؟

امام حسن نے کہا: بے مقصد کلام کرنا۔

فرمایا: بزرگی کیا ہے؟

امام حسن نے کہا: غرامت دینا اور جرم معاف کرنا۔

فرمایا: سیادت کیا ہے؟

امام حسن نے کہا: اچھا فعل کرنا اور برائی ترک کر دینا۔

فرمایا: بیوقوفی کیا ہے؟

امام حسن نے کہا: ذلیل امور کا پیچھا کرنا اور گمراہوں کی صحبت اختیار کرنا۔

فرمایا: غفلت کیا ہے؟

امام حسن نے کہا: مسجد چھوڑ دینا اور مفسد لوگوں کی اطاعت کرنا۔

(تنویر الازھار، جلد اوّل، ص ۴۲۹-۴۳۰)

سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حسنِ خُلق:

ڈاکٹر طٰہٰ حسین مصری لکھتے ہیں کہ

''حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک راستباز آدمی تھے۔ پھوٹ اور اختلاف کی بات ان کو پسند نہ تھی وہ باہمی اتفاق کے خواہاں تھے۔ غالب گمان یہ ہے کہ فتنے کی باتوں میں وہ اپنی طبیعت کے خلاف حصہ لیتے رہے۔ ان سے جہاں تک ہو سکا انہوں نے عہدِ عثمانی کی کشمکش کا مقابلہ کیا نہ لوگوں کی طرح فتنہ وفساد کی باتیں کیں اور نہ شرارت بہت بڑھ جانے پر مخالفت کا ساتھ دیا۔'' (حضرت علی تاریخ وسیاست کی روشنی میں، ص۱۹۶)

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حمایتِ عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور شہادتِ عثمان میں کردارِ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان لوگوں میں تھے جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر دوڑے ہوئے آئے اور خلیفہ کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوئے لیکن اس کے باوجود خلیفہ شہید ہوئے اس لیے کہ باغی دیوار پر چڑھ کر گھر میں اتر آئے۔
(حضرت علی تاریخ وسیاست کی روشنی میں، ص۱۹۶)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کنارہ کشی کا مشورہ:

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ بات بھی پسند نہ تھی کہ ان کے والد بزرگوار نزدیک یا دور سے فتنے کی کسی بات میں شریک ہوں۔ انہوں نے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مشورہ دیا کہ وہ لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کر لیں اور مدینہ چھوڑ کر اپنی ینبع والی زمین پر چلے جائیں لیکن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی بات نہیں مانی اور خیال کیا کہ مدینہ ہی میں قیام کریں تاکہ نیکی کا حکم دیں برائی سے روکیں یا پھر

لوگوں میں مصالحت کروادیں۔'' (ایضاً)

تمام معرکوں میں باپ کا ساتھ دیا:

جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قتل کر دیئے گئے تو حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں چاہتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ میں رہیں اور نہ بیعت کے لیے پیش ہوں بلکہ اگر بیعت پیش بھی کی جائے تو قبول نہ کریں اگر حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بس میں ہوتا تو کنارہ کش صحابہ کی طرح اس کشمکش سے اپنے آپ کو دور رکھتے لیکن وہ جانتے تھے کہ باپ کا ان پر حق ہے اس لیے ان کے ساتھ رہے اور تمام معرکوں میں باپ کا ساتھ دیا۔ (ایضاً)

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے باپ کے ساتھ بصرہ صفین اور نہروان کے تمام معرکوں میں شریک رہے لیکن اس کے باوجود میں یقین کرتا ہوں کہ وہ اور ان کے بھائی حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لڑائیوں میں عملاً حصہ نہیں لیا۔

(حضرت علی، تاریخ وسیاست کی روشنی میں، ص ۱۹۷)

حضرت امام حسن اور غم عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما:

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل سے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غم نہ نکل سکا۔ کہنا چاہئے کہ وہ پوری طرح عثمانی تھے۔ البتہ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بدلہ لینے کے لیے تلوار نہیں اٹھائی۔ اس لیے کہ وہ خود کو اس کا مستحق خیال نہیں کرتے تھے۔ (حضرت علی، تاریخ وسیاست کی روشنی میں، ص ۱۹۶-۱۹۷)

مجھے خونریزی پسند نہیں ہے

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ پہنچے تو جو بھی ملا کوفہ والوں کی طرح سب نے اس صلح (امیر معاویہ سے صلح) پر ان کو ملامت کیا لیکن آپ نے ان کو جواب دیا کہ

مجھے یہ پسند نہیں کہ میں اللہ سے اس حالت میں ملوں کہ ستر ہزار یا اس سے بھی زیا
آدمیوں کے نرخروں سے خون بہہ رہا ہو اور ہر ایک یہ کہہ رہا ہو کہ اے خدا میں کس گ
میں قتل کیا گیا ہوں۔ (حضرت علی، تاریخ وسیاست کی روشنی میں، ص ۲۰۶)

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بصیرت افروز وصیت:

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ

''جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنے بھائی (امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کہا، اے بھائی! آپ کے والد نے خلافت کو چاہا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر کو دے دی پھر چاہا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر کو دے دی پھر شوریٰ کے وقت آپ کو یقین تھا کہ خلافت مجھے ملے گی' اللہ تعالیٰ نے اسے حضرت عثمان کو دے دیا جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے تو آپ کی بیعت کی گئی پھر آپ سے تنازع کیا گیا یہاں تک کہ آپ نے تلوار سونت لی مگر خلافت کا معاملہ آپ کے لیے صاف نہ ہوا قسم بخدا میرے نزدیک اللہ تعالیٰ ہم میں نبوت اور خلافت کو اکٹھا نہیں کرے گا' میں جانتا ہوں کہ کوفہ کے لوگ جس بات سے آپ کو سبک کر کے نکال دیں گے۔'' (الصواعق المحرقہ، ص ۱۴۰)[1]

---

[1]: اصل عربی متن ملاحظہ ہو:

وَلَمَّا احْتَضَرَ قَالَ لِاَخِيْهِ يَا اَخِیْ اِنَّ اَبَاكَ قَدِ اسْتَشْوَفَ لِهٰذَا الْاَمْرِ فَصَرَفَهُ اللّٰهُ عَنْهُ وَ وَلِيَهَا اَبُوْبَكْرٍ ثُمَّ اسْتَشْوَفَ لَهَا وَصَرَفَتْ عَنْهُ اِلٰى عُمَرَ ثُمَّ لَمْ يَشُكَّ وَقْتَ الشُّوْرٰى اِنَّهَا لَا تَعْدُوْهُ فَصَرَفَتْ عَنْهُ اِلٰى عُثْمَانَ فَلَمَّا قُتِلَ عُثْمَانُ بُوْيِعَ ثُمَّ نُوْزِعَ حَتّٰى جَرَّدَ السَّيْفَ فَمَا صَفَتْ لَهٗ وَاِنِّیْ وَاللّٰهِ مَا اَرٰى اَنْ يَّجْمَعَ اللّٰهُ فِيْنَا النُّبُوَّةَ وَالْخِلَافَةَ فَلَا اَعْرِفَنَّ بِمَا اسْتَخَفَّكَ سُفَهَاءُ الْكُوْفَةِ فَاَخْرَجُوْكَ۔

(الصواعق المحرقہ، ص ۱۴۰، مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقاہت:

اہلسنّت و جماعت کے مشہور ادیب و خطیب حضرت علامہ سید خضر حسین شاہ صاحب (آف منڈی بہاء الدین) دامت برکاتہم العالیہ اپنی معروف کتاب ''خلفائے رسول'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ

''علامہ عبدالسلام رضوی اپنی کتاب ''شہادت نواسۂ سید الابرار'' میں حافظ ابن قیم کی کتاب ''الطریق الحکمیہ'' مطبوع مصر صفحہ ۵۶ کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ ایک شخص کو گرفتار کر کے مولا علی (کرم اللہ وجہہ) کی بارگاہ میں پیش کیا گیا گرفتاری ایک غیر آباد مقام سے ہوئی تھی گرفتاری کے وقت اس کے ہاتھ میں ایک خون آلود چھری تھی یہ کھڑا تھا اور ایک لاش خون میں لت پت تڑپ رہی تھی۔ اس شخص نے امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ کے سامنے اقبال جرم کرلیا۔'' آپ کے حضور اقبال جرم کرنے والا ایک اور شخص بھی کھڑا تھا۔''

سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ملزم اوّل سے دریافت کیا کہ تو نے اقبال جرم کیوں کیا؟

اس نے عرض کیا کہ جن حالات میں میری گرفتاری عمل میں آئی میں نے سمجھا کہ ان حالات کی موجودگی میں میرا انکار فائدہ مند نہ ہوگا۔

اس سے کہا گیا کہ حالات کی تفصیل بیان کرو۔

اس نے عرض کیا کہ میں قصاب ہوں میں نے جائے وقوعہ کے قریب بکرے کو ذبح کیا۔ اسی عمل میں مصروف تھا کہ معاً مجھے پیشاب کی حاجت ہوئی۔ ابھی پیشاب سے فارغ ہوا ہی تھا کہ میری نظر اس لاش پر پڑگئی میں اس لاش کے قریب کھڑا تھا کہ لوگوں نے مجھے قاتل سمجھ کر پکڑ لیا۔ مجھے اس امر کا یقین ہوگیا کہ ان تمام لوگوں کے

بیانات کے سامنے میرے انکاری بیان کا کچھ اعتبار نہ کیا جائے گا' اس لیے میں نے اقبال جرم کرلیا۔

پھر دوسرے اقبالی مجرم سے دریافت فرمایا:

اس نے عرض کیا میں ایک اعرابی ہوں۔ مفلس و نادار ہوں۔ مقتول کو میں نے مال کے لالچ کی بناء پر قتل کیا تھا کہ اتنے میں مجھے کسی کے آنے کی آہٹ محسوس ہوئی اور میں ایک گوشے میں جا چھپا۔ اتنے میں لوگوں نے اس قصاب کو گرفتار کرلیا۔ میرے دل نے مجھے اقبال جرم کرنے پر آمادہ کیا کہ میری وجہ سے یہ بے گناہ مارا جائے گا۔ مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنے فرزند ارجمند سے پوچھا کہ تمہاری اس مقدمہ میں کیا رائے ہے؟

حضرت حسن مجتبےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''امیر المومنین! اگر اس شخص نے ایک آدمی کو ہلاک کیا ہے تو ایک کی جان بھی بچائی ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ط

(پ٦، سورۃ المائدہ، آیت ۳۲)

''جس نے ایک شخص کی جان کو بچایا گویا اس نے سب لوگوں کی جان کو بچایا۔''

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جناب حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مشورہ پسند فرمایا اور آپ نے اس دوسرے اصل مجرم کو بھی چھوڑ دیا اور مقتول کا خوں بہا بیت المال سے ادا کرنے کا حکم فرمایا۔

(خلفائے رسول، ص۲۲۵-۲۲۶)

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خطابت:

علامہ ابن حجر نے بزار کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ جب آپ خلیفہ مقرر ہوئے تو ایک آدمی نے نماز کی حالت میں آپ پر حملہ کر دیا اور سجدے میں آپ پر خنجر کا وار کیا تو آپ نے خطبہ میں ارشاد فرمایا: ''اے اہل عراق! ہمارے بارے میں اللہ سے ڈرو کہ ہم تمہارے امیر و مہمان بھی ہیں اور ہم وہ اہل بیت ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۞ (پ۲۲، سورۃ احزاب، آیت ۳۳)

''اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔''

اس آیت کو بار بار پڑھتے رہے یہاں تک کہ تمام اہل مسجد رو پڑے۔[۱]

---

[۱] ہم آج کل عام لوگوں کی زبان سے سنتے رہتے ہیں کہ جی فلاں خطیب بڑا زبردست ہے منٹ میں ہنسا دیتا ہے منٹ میں رلا دیتا ہے تو ہنسانا تو اہل اللہ کے نزدیک درست نہیں اور رلانا عبادت ہے بہر حال آج کے اس دور کی خطابت کے مطابق امام حسن ایک زبردست خطیب تھے کہ اہل مسجد کو اپنی خطابت سے رلا دیا اور کئی دیگر کتب میں ہے کہ لوگ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو۔

(الشرف المؤبد لآل محمد للامام النبھانی ص ۸۶ عربی مطبوعہ چشتی کتب خانہ فیصل آباد)

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے مواعظ حسنہ

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ

''اے ابن آدم جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اس سے بچو عابد ہو جاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ نے جو تیرا مقسوم کر دیا ہے اس سے راضی رہو غنی ہو جاؤ گے۔

اپنے ہمسایہ سے اچھا سلوک رکھو سلامتی میں رہو گے۔

جیسے تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہارے ساتھ اچھا سلوک کریں تم بھی ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو عادل ہو جاؤ گے۔

تمہارے سامنے لوگ ہیں جو کثیر مال جمع کرتے ہیں، مضبوط مکان بناتے ہیں، لمبی لمبی امیدیں کرتے ہیں، وہ سب ہلاک ہو جائیں گے ان کے اعمال ان کو دھوکہ دے رہے ہیں، ان کی رہائش قبرستان ہے۔

اے آدم زاد! تو جب سے پیدا ہوا اور اپنی ماں کے پیٹ سے باہر آیا تیری عمر کم ہو رہی ہے جو کچھ تیرے ہاتھ میں ہے اس کے ساتھ عاقبت کی تیاری کر مومن آخرت کی راہ کا ذخیرہ کرتا ہے اور کافر دنیاوی نفع حاصل کرتا ہے۔ اس کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ آیت تلاوت فرماتے:

وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی۔

''زادِراہ ساتھ لو بے شک بہتر زادسوال کرنے سے بچنا ہے۔

(فصول مہمہ بحوالہ تنویرالازھار، جلد ا، ص ۴۲۸-۴۲۹)

اندھے قاتل سے حسن سلوک:

علامہ حسین کاشفی لکھتے ہیں کہ

روایت میں آیا ہے کہ دمشق میں ایک انتہائی دشمن اہل بیت اندھا شخص رہتا تھا اس نے جب سنا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ موصل (شہر) میں پہنچ گئے ہیں تو اس نے اپنے باپ سے کہا کہ یہ میرا دشمن اور میرے دشمن کا بیٹا ہے۔ اس لیے مجھے اسے قتل کرنے کے بغیر خوشی حاصل نہیں ہوگی اور کسی کو مجھ پر اسے قتل کرنے کا گمان بھی نہیں ہوگا۔ میں موصل جا کر پہلے دوستی کی طرح ڈالوں گا اور پھر موقع میسر آنے پر جو میرے بس میں ہوگا کر گزروں گا۔

اس نے اپنے عصاء کی نوک کو زہر آلود کروایا اور موصل کی مسجد میں پہنچ گیا۔ امام عالی مقام امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مسجد میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ اندھے نے نہایت خلوص و عقیدت کے ساتھ آپ سے ملاقات کی اور روزانہ آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھتا اور آپ کا خطبہ سن کر زار و قطار رویا کرتا مگر دل میں یہ سوچتا رہتا کہ میں کس طرح اپنی لاٹھی کا زہر آپ کے جسم میں داخل کروں تا کہ اگر آپ کی ہزار جانیں بھی ہوں تو اس زہر کے اثر سے ایک بھی نہ بچے۔

ایک روز امام عالی مقام امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ عصر کی نماز ادا کر کے مسجد سے باہر تشریف لا کر دروازہ میں بیٹھ کر دائیں پاؤں کو بائیں پاؤں پر رکھے احباب سے مصروف گفتگو تھے کہ وہ اندھا لاٹھی ٹیکتا ہوا آیا اور آپ کو سلام کرنے کے بعد لاٹھی کا سوا زمین پر مارا جو آپ کی کف پا پر پڑا جب اندھے کو محسوس ہوا کہ اس لاٹھی کا سوا

زمین کی بجائے امام کے پاؤں پر پڑا ہے تو اس نے پوری قوت سے دباؤ ڈال دیا اور سوا آپ کی کف پا میں اترتا چلا گیا۔ امام عالی مقام آہ بھر کر بیٹھے بیٹھے گر پڑے۔ اسی وقت آپ کے پاؤں میں سوزش ہوگئی۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور دیگر رفقاء نے اندھے کو پکڑ کر مارنا چاہا تو امام عالی مقام نے فرمایا:

''اسے چھوڑ دو! یہ ظاہر طور پر بھی اندھا ہے اور اس کا باطن بھی اندھا ہے اور یہ قیامت کے دن بھی اندھا ہی اٹھایا جائے گا۔''

جب اس اندھے کو پتہ چلا کہ امام عالی مقام نے اسے چھوڑ دیا ہے تو تیزی سے چلتا ہوا لوگوں کی نگاہوں سے غائب ہوگیا۔

امام عالی مقام نے تکلیف سے کراہتے ہوئے فرمایا: میں نے چاہا تھا چند روز کے لیے دشمنوں کے مکروفریب سے رہائی حاصل کرلوں گا اور اہل جور و جفاء سے خلاصی پا کر بلاؤں اور مصیبتوں سے بچا رہوں گا مگر جہاں کہیں بھی جاتا ہوں رنج و بلا اور تکلیف و مصیبت میرے قریب اور ساتھ ساتھ رہتے ہیں۔[1]

[1] حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فیاضی طبع کی وجہ سے وہ جگہ ہی چھوڑ دیتے جہاں فتنہ کا اندیشہ ہوتا یہی وجہ ہے کہ آپ نے کوفہ کو خیر باد کہا اور موصل چلے آئے مگر موصل میں بھی فتنوں نے آپ کو ٹھہرنے نہ دیا تو آپ اسی طرح سفر کرتے کرتے مدینہ منورہ پہنچ گئے مگر زہر دینے والوں نے یہاں پر بھی ان کا پیچھا کیا اور اپنے ارادوں میں کامیاب ہوئے کیونکہ شہادت مقدر تھی۔ امام حسن کو بھی معلوم تھا کہ میں زہر سے شہید کیا جاؤں گا مگر آپ اتمام حجت کا اہتمام فرماتے رہے بالکل اسی طرح جس طرح حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کربلا میں فرماتے رہے اور ان کو بھی معلوم تھا کہ انجام کار میری شہادت پر ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد مرتبہ بیان فرمایا تھا کہ میرا حسن کوفے کی سبز زہر سے اور میرا حسین کربلا کے خونی میدان میں شہید ہوگا لہٰذا معترضین کے تمام اعتراضات باطل اور مردود ہیں مثلاً یزید کا کوئی قصور نہیں۔ امام حسین کا فیصلہ ہی درست نہ تھا۔ امام حسن نے صلح کیوں کی؟ وغیرہ وغیرہ۔

جب جراح کو بلایا گیا تو اس نے زخم کو دیکھتے ہی کہہ دیا یہ زہر میں ڈبوئے ہوئے لوہے کا زخم ہے اور یہ زخمی کو ہلاک کرنے کی سازش ہے۔ سعد موصلی نے امام عالی مقام کی خدمت میں عرض کیا یا ابن رسول اللہ! اگر آپ اس اندھے کو نہ چھڑاتے تو ہم اسے ضرور سزا دیتے۔ امام عالی مقام نے فرمایا: وہ خود ہی مکافاتِ عمل کو پالے گا۔ **و لا یحیق مکر الشیٔ الا باھلہ۔**

اندھے قاتل کا انجام:

بہر حال جراح سمجھ دار آدمی تھا اس نے آپ کا علاج شروع کر دیا اور تمام زہر امام عالی مقام کی نسوں سے کھینچ لیا۔ اس دوران میں آپ کے احباب اندھے کو تلاش کرتے رہے جبکہ وہ اندھا چودہ روز تک ایک مقام پر چھپا رہا اور پندرہویں روز وہاں سے نکل کر دمشق کے راستے پر ہو لیا۔

اتفاقاً اس وقت عباس علی سعد موصلی کے ہاں جا رہا تھا اس نے ہاتھ میں اندھے کو لاٹھی پکڑے جاتے ہوئے دیکھا تو غصہ سے کانپتے ہوئے اندھے سے لاٹھی چھین لی اور اسی لاٹھی سے اس کے سر اور منہ پر ضربیں لگانا شروع کر دیں اور اس کے سر کو پاش پاش کر دیا۔ بعد ازاں عباس کے غلاموں نے اس کے حکم سے اندھے کا سر کاٹ لیا اور تمام موصل میں اس کے قتل ہونے کی خبر پہنچ گئی۔ سعد موصلی اپنے بھتیجے مختار کو لے کر وہاں پر پہنچا اور ایندھن جمع کر کے اس بدبخت اندھے کی لاش کو جلا دیا۔

(روضۃ الشہداء مترجم علامہ صائم چشتی، جلد اوّل، ص ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، مطبوعہ چشتی کتب خانہ فیصل آباد)

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور احترام والدہ:

شاہباز خطابت افتخار ملت حضرت علامہ صاحبزادہ افتخار الحسن زیدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خلیفہ مجاز آستانہ عالیہ علی پور سیداں شریف اپنے انداز خطابت میں رقمطراز

ہیں کہ

ماں کی زیارت	خدا کی عبادت
ماں کے قدم	جنت کی دہلیز
ماں کے قدموں کا دھوون	آب کوثر
ماں کا دامن	خدا کی رحمت کا خزانہ
ماں کی رضا	اللہ و رسول کی رضا

حضرت امام حسن علیہ السلام نے ساری زندگی اپنی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ صلوٰۃ اللہ علیہا کے ساتھ کبھی کھانا نہ کھایا...... خاتون جنت نے پوچھا: ''بیٹا میری تمنا ہے کہ تو میرے ساتھ کھانا کھائے مگر تو نے کبھی میری اس خواہش کو پورا نہیں کیا اس کا سبب کیا ہے؟

فاطمہ کے نورِ نظر نے جواب دیا کہ

''کہیں ایسا نہ ہو کہ میں آپ سے پہلے لقمہ کو اٹھا لوں اور بے ادبوں سے ہو جاؤں۔'' (کتاب ماہ کنعان، ص ۱۴۹، مصنف حضرت صاحبزادہ صاحب)

قارئین کرام! غور فرمایا آپ نے

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ	جنتی جوانوں کے سردار
سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا	جنتی عورتوں کی سردار
نہ اِن کے جنتی ہونے میں	کوئی شک
نہ اُن کے جنتی ہونے میں	کوئی شک

مگر اس کے باوجود شہزادۂ جنت اپنی والدہ سیدۃ النساء اہل الجنت کے ساتھ کھانا محض اس لیے نہیں تناول کرتے کہ کہیں لقمہ پہلے اٹھا کر بے ادب نہ ہو جاؤں۔

اس بات کو ہم کیا اہمیت دیتے ہیں کہ

جن کے ہاتھوں والدین پٹتے کٹتے بھی ہیں۔

ابھی کل ہی مورخہ ۸۔ جولائی ۲۰۰۸ء کو جیو نیوز پر خبر نشر کی جارہی تھی کہ فیصل آباد میں علاقہ جڑانوالہ کے اندر ایک انسان نے اپنے ۸۰ سالہ باپ کو بمعہ اپنی دو ہمشیرگان کے گھر سے نکالا تھا کل باپ مر گیا اور اس نے وصیت کی کہ مجھے میرے آبائی گھر میں غسل و کفن دیا جائے۔ بہنیں میت لے کر بھائی کے گھر آئیں مگر اس درندہ صفت انسان نے دروازہ بند کرلیا اور غسل کے لیے پانی بھی مہیا نہ کیا بالآخر ۱۸ گھنٹے کے بعد ہمسایوں نے غسل و کفن کا انتظام کیا۔

ذرا سوچیں کہ! ہمارا معاشرہ افعال تو اس قسم کے کرے اور غلامانِ اہل بیت ہونے کا دعویدار بھی ہو تو یا تو اس معاشرہ نے اہل بیت کے سیر و سوانح کو جانا ہی نہیں ...... اگر جانا ہے تو پھر مانا ہی نہیں اور غلامیٔ اہل بیت ہونے کا زبانی زبانی دعویدار ہے۔

ع کردار کا غازی بن تو گیا گفتار کا غازی بن نہ سکا

حضرت صاحبزادہ صاحب مرحوم اکثر پڑھا کرتے تھے کہ

ساک دنیا تے بھانویں ہین لکھاں پر کوئی ساک نہیں ماں دے ساک ورگا
پتر بھانویں زمانے دا ولی ہووے نہیں پر ماں دے پیراں دی خاک ورگا

اور

چھاں جنت دی جے کر مانی آں سائے ماں دے وچ بہہ کے جی لیا کر
جے کر آب حیات دی لوڑ تینوں پیر ماں دے دھو کے پی لیا کر

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شجاعت:

اگرچہ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فطرتی طور پر نرم دل جنگ و جدل

سے دور رہنے والے اور فتنہ وفساد سے محفوظ واقع ہوئے تھے مگر دینی معاملہ میں وہ جہاد کے لیے ہمہ وقت مستعد رہتے۔

حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں جب آپ کے قصر خلافت کا باغیوں نے محاصرہ کیا اور چالیس دن تک کیے رکھا تو شہزادگان حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد گرامی حضرت مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم کے مطابق حضرت عثمان غنی کے قصر خلافت کے دروازوں پر پہرا دیا کرتے اور یہی وجہ تھی کہ وہ باغی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنے کے لیے دروازوں سے داخل نہ ہو سکے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ فرماتے ہیں کہ:

"حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ یوں مسکراتے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسکراہٹ کا نقشہ سامنے آتا اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یوں چلتے کہ آقا علیہ السلام کی چال اور رفتار سامنے آجاتی۔"

مگر جب سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنے والوں نے حسنین کریمین کو دروازوں پر دیکھ کر تیر اندازی کی تو کئی صحابہ کرام دھاڑیں مار مار کر رونے لگے کہ آج

"مصطفیٰ کریم کی مسکراہٹیں زخمی ہو گئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفتار مجروح ہوگئی۔"

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی زخمی ہوئے اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی مگر ان دروازوں سے باغیوں کو اندر نہ گھسنے دیا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عمار ابن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کوفہ روانہ فرمایا تاکہ لوگوں کو مرکز

خلافت کی اعانت پر آمادہ کریں۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس وقت کوفہ پہنچے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی کوفہ مسجد میں ایک عظیم الشان مجمع کے سامنے تقریر کر رہے تھے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس فتنہ کا خوف دلایا تھا وہ اب سر پر ہے اس لیے ہتھیار بے کار کرو اور بالکل عزلت نشین ہو جاؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فتنہ وفساد کے وقت سونے والا بیٹھنے والے سے اور بیٹھنے والا چلنے والے سے بہتر ہے۔

اسی اثناء میں حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں داخل ہوئے اور حضرت ابوموسیٰ اشعری سے کہا تم بھی ہماری مسجد سے نکلو اور جہاں جی چاہے چلے جاؤ۔

اس کے بعد منبر پر کھڑے ہو کر لوگوں کو امیر المومنین کی مساعدت پر آمادہ کیا حجر بن عدی کندی نے جو کوفہ کے نہایت معزز اور ذی اثر بزرگ تھے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تائید کی اور کہا صاحبو!

> "امیر المومنین نے خود اپنے صاحبزادہ کو بھیج کر تمہیں دعوت دی ہے اس دعوت کو قبول کرو اور علم حیدری کے نیچے مجتمع ہو کر فتنہ وفساد کی آگ سرد کرو سب سے پہلے میں خود چلنے کو تیار ہوں۔"

غرض حضرت امام حسن اور حجر بن عدی کی تقریروں نے لوگوں کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اعانت پر آمادہ کر دیا اور ہر طرف سے امیر المومنین کی اطاعت وفرماں برداری کی صدائیں بلند ہوئیں اور دوسرے ہی دن صبح کے وقت تقریباً ساڑھے نو ہزار جانبازوں کی ایک جماعت مسلح ہو کر حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ روانہ ہوئی اور مقام ذی قار میں امیر المومنین کی فوج سے مل گئی جناب امیر نے اپنی فوج کو نئے سرے سے ترتیب دے کر بصرہ کا رخ کیا۔

(سیرت خلفاء راشدین المعروف سیر الصحابہ جلد اول، ص ۲۶۶-۲۶۷)

علیٰ ھذ االقیاس حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان تمام جنگوں میں بھر پور حصہ لیا جو آپ کی حیات مبارکہ میں وقوع پذیر ہوئیں مگر حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دونوں شہزادوں کو حتی المقدور جنگوں کی اگلی صفوں سے دور رکھتے۔

ملاحظہ ہو ڈاکٹر طٰہٰ مصری لکھتے ہیں کہ

''حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد گرامی کے ساتھ بصرہ صفین اور نہروان کے مقام میں تمام معرکوں میں شریک رہے لیکن اس کے باوجود میں یقین کرتا ہوں کہ وہ اوران کے بھائی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لڑائیوں میں عملاً حصہ نہیں لیا اور ہم تو یہ جانتے ہیں کہ ان کے والد بزرگوار ان دونوں کو خطرات سے بچانے میں بڑے محتاط تھے اس ڈر سے کہ ان پر اگر کوئی زد پڑی تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسل منقطع ہو جانے کا اندیشہ ہے چنانچہ خود آگے ہو کر یا محمد بن حنفیہ کو آگے کر کے ان دونوں کو بچاتے تھے اور اگر لڑائی میں محمد بن حنفیہ سے کوئی کوتاہی یا کسر دیکھتے تو ان پر بڑی سختی کرتے اور اس سلسلہ میں ساتھیوں تک بات نہ پہنچتی۔''

(حضرت علی تاریخ اور سیاست کی روشنی میں، ص ۱۹۷)

فقیر عرض کرتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے صاف گوئی سے پورا پورا کام نہیں لیا جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی مرتبہ بیان فرما دیا تھا کہ میرا حسن کوفہ کی سبز زہر سے اور حسین کربلا کے خونی میدان میں شہید ہوگا تو اس لیے حضرت علی محتاط رہتے کہ یہ دونوں تو میرے آقا کی امانتیں ہیں جو وقت مقررہ پر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کی جائیں گی۔ فقیر بطور نمونہ ایک واقع حاشیہ میں روضۃ الشھداء سے عرض کرتا ہے جس

سے معلوم ہوگا کہ ان شہزادگان کی شہادتوں کا سب کو پہلے ہی علم تھا۔[1]

سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامات:

حضرت سیدنا امام حسن سبط رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامات بے شمار ہیں مگر ہم یہاں پر چند ایک کرامت نقل کرتے ہیں۔ اکابرین سیرت نگاروں نے اسے تواتر سے نقل کیا ہے کہ:

---

[1] صاحب روضۃ الشہداء حضرت ملا حسین واعظ کاشفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ امام حسن کو جب زہر دیا گیا اور پھر

''جب آفتاب بلندی پر آیا تو امام عالی مقام امام حسن علیہ السلام کا رنگ مبارک سبزی مائل ہوگیا۔ آپ نے پوچھا کہ میرے چہرے کا رنگ کیا ہے۔ لوگوں نے بتایا سبزی مائل آپ نے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف رخ انور کرتے ہوئے فرمایا بھائی جان معراج کی حدیث ظاہر ہوگئی ہے۔ امام حسین نے فرمایا: ہاں اور اپنے بازو بھائی جان کی گردن میں حمائل کر دیئے اور ایک دوسرے کے چہرے پہ چہرہ رکھ کر دونوں نے رونا شروع کر دیا۔ حاضرین نے یہ منظر دیکھا تو سب کی چیخیں نکل گئیں اور عرض کی اے ابن رسول اللہ! ہمیں حدیث معراج کے بارے میں بتائیں؟ امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: ہمارے نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں بتایا تھا کہ مجھے معراج کی رات جنت کے باغات میں لے گئے اور جملہ اہل ایمان کے مرتبے اور مدارج دکھائے میں نے وہاں پر ایک ہی طرز کے بنے ہوئے دو محل ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو دیکھے ایک محل سبز زمرد کا بنا ہوا تھا جس کی شعاعیں میری نگاہوں کو خیرہ کر رہی تھیں۔ دوسرا سرخ یاقوت کا بنا ہوا تھا جس کی صفائی آفتاب جہاں تاب کی طرح نور بکھیر رہی تھی میں نے رضوان سے پوچھا یہ محلات کس کے لیے ہیں؟ رضوان نے کہا ایک حسن کے لیے ہے دوسرا حسین کے لیے ہے میں نے پوچھا دونوں کا رنگ ایک کیوں نہیں؟ یہ سن کر رضوان خاموش ہوگیا تو میں نے کہا تو نے جواب کیوں نہیں دیا؟ جبرائیل نے کہا یا رسول اللہ! اسے بتاتے ہوئے شرم آتی ہے قصر سبز حسن کے لیے ہے کیونکہ انہیں زہر دیا جائے گا اور آخر وقت پر ان کے چہرے کا رنگ سبزی مائل ہو جائے گا۔ حسین کے لیے سرخ محل اس لیے ہے کہ انہیں شہید کیا جائے گا اور وقت آخر ان کا چہرہ خون سے سرخ ہو جائے گا۔

امام حسن نے یہ واقعہ بیان کیا اور امام حسین کو سینے سے لگا کر بھینچ لیا ہر دو حضرات ایک دوسرے کے چہرے سے چہرہ ملنے لگے اور ایک دوسرے کی پیشانی چومتے ہوئے اس طرح روئے کہ کسی شخص کو اس منظر کے دیکھنے کی تاب نہ رہی۔'' (روضۃ الشہداء جلد اوّل، ص ۴۲۶-۴۲۷)

تازہ کھجوریں:

ایک مرتبہ آپ حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ ایک سفر میں تھے راستہ میں کھجوروں کا ایک باغ آیا جس کے تمام درخت خشک ہو چکے تھے۔ آپ نے اس باغ میں نزول اجلال فرمایا خدام نے ایک خشک درخت کی جڑ کے ساتھ آپ کے لیے بستر بچھا دیا اور آپ اس پر لیٹ گئے۔

ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوسرے درخت کی جڑ کے ساتھ اپنا بستر بچھایا اور حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آ کر عرض کیا:

''کاش اس درخت پر تازہ کھجوریں ہوتیں اور ہم لوگ کھاتے۔''

امام عالی مقام نے فرمایا: تجھے تازہ کھجوروں کی خواہش ہے؟ ابن زبیر نے عرض کیا جی ہاں میری یہی خواہش ہے۔

امام عالی مقام امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا کے لیے ہاتھ مبارک اٹھا کر آہستہ آہستہ کچھ پڑھا جسے دوسرے نہ سن سکے اسی وقت کھجور کا ایک درخت تر و تازہ ہو کر تازہ کھجوروں کے ساتھ بار آور ہوا۔

ان حضرات کے ساتھ جو شتربان تھا اس نے یہ حال دیکھا تو کہنے لگا ''خدا کی قسم! یہ جادو ہے۔''

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''یہ جادو نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے کی دعائے مستجاب کا اثر ہے۔''

بعد ازاں اس درخت کے اوپر جا کر کھجوریں اتار لی گئیں جو تمام لوگوں کے لیے کافی تھیں۔

(روضۃ الشہداء جلد اوّل، ص ۴۰۴، ۴۰۵، شواہد النبوت اردو، ص ۳۰۲، خلفائے رسول، ص ۲۳۰)

امام حسن کے گستاخ کا انجام:

ایک شخص نے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر شریف پر پاخانہ کر دیا۔ وہ پاگل ہو گیا اور کتے کی طرح بھونکتا پھرتا رہا پھر مر گیا اور قبر میں بھی کتے کی طرح بھونکتا سنا جاتا تھا۔ اسے ابونعیم نے اعمش سے روایت کیا۔

(نور الابصار، تنویر الازھار ترجمہ نور الابصار جلد اوّل، ص ۴۳۳)

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ پیدل بغرض حج مکہ معظمہ تشریف لے جا رہے تھے تو آپ کے پاؤں میں ورم آ گیا۔ آپ کے کسی غلام نے عرض کی کاش کہ آپ کسی سواری پر سوار ہو جائیں تا کہ ورم کم ہو جائے۔ آپ نے اس کی درخواست قبول نہ کی اور فرمایا جب تم گھر پہنچو گے تو تمہیں ایک حبشی ملے گا جس کے پاس کچھ تیل ہو گا تم اس سے خرید لینا اور جھگڑا مت کرنا آپ کے غلام نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہم نے کسی بھی جگہ کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جس کے پاس ایسی دوا ہو اس جگہ کہاں دستیاب ہو گی۔ جب وہ اپنی منزل پر پہنچے تو وہ حبشی دکھائی دیا انہوں نے کہا یہ ہے وہ حبشی جس کے متعلق میں نے بتایا تھا جاؤ اور اس سے تیل خرید لاؤ اور قیمت ادا کر آؤ جونہی وہ غلام حبشی کے پاس آیا اور تیل طلب کیا تو اس نے کہا اے غلام یہ تیل کس کے لیے خرید رہے ہو؟ غلام بولا: حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے اس نے کہا مجھے ان کے پاس لے چلو میں ان کا غلام ہوں۔ جب وہ حبشی آپ کے پاس پہنچا تو کہنے لگا میں آپ کا غلام ہوں۔ تیل کی قیمت نہیں لوں گا۔ بس آپ میری بیوی کے لیے جو درد زہ میں مبتلا ہے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اسے ایک صحیح الاعضاء بچہ عطا فرمائے۔ آپ نے فرمایا: اپنے گھر لوٹ جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ایسا ہی بیٹا عطا کرے گا جیسا تم چاہتے ہو وہ ہمارا پیروکار ہو گا حبشی گھر گیا تو گھر کی حالت ویسے ہی پائی جیسی سنی تھی۔ (شواہد النبوت از علامہ جامی اُردو، مکتبہ نبویہ لاہور)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زیارت وہمکلامی:

حضرت سیدنا امیر المومنین سبط رسول امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو (خواب میں) دیکھا تو ان سے کہا:

''میں انگوٹھی بنوانا چاہتا ہوں اس پر کیا لکھوں؟''

حضرت سیدنا عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام نے فرمایا اس پر لکھئے **لا الـــٰـــہ الا اللہ الملك الحق المبين** کیونکہ یہ انجیل کے آخر میں تحریر ہے۔ (نور الابصار، ص۱۲۲)

توکل علی اللہ ورضائے الٰہی:

امام جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ

''ابن عساکر نے مبرد کے حوالہ سے لکھا ہے کہ کسی شخص نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ ابوذر کہتے ہیں کہ میں مفلسی کو تونگری سے اور بیماری کو تندرستی سے بہتر سمجھتا ہوں یہ سن کر آپ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ ابوذر پر رحم فرمائے! میں تو کہتا ہوں کہ میں خود کو بالکل اللہ تعالیٰ پر چھوڑتا ہوں میں کسی ایسی بات کی تمنا ہی نہیں کرتا جو اس حالت کے خلاف ہو جو خداوند تعالیٰ میرے لیے اختیار کرتا ہو۔''

یہ حالت راضی برضائے الٰہی کو مکمل طور پر ظاہر کرتی ہے یعنی کہ آپ کی حالت راضی برضاء الٰہی کے عین مطابق تھی ہے[۱] (تاریخ الخلفاء اردو، ص۲۸۱)

---

[۱] ایک حبشی کیلئے دعا:

بیہقی اور ابن عساکر نے ہشام کے والد کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت تنگ دست تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو ہر سال ایک لاکھ درہم سالانہ بطور وظیفہ دیا کرتے تھے۔ وہ انہوں نے روک لیا اور آپ کو بہت تنگی پیش آئی۔ آپ نے امیر معاویہ کی یاددہانی کے لیے اپنی حالت پر مبنی ایک رقعہ لکھنا چاہا قلم دوات طلب کیا لیکن پھر کچھ سمجھ کر رہ گئے۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم کی شہادت کے بعد از روئے بیعت خلیفہ ہوئے اور چھ مہینے اور چند دن تک خلیفہ رہے لیکن حکم خدا میں چارہ نہیں'

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے) (خط نہیں لکھا) اسی روز آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے فرزند کیا حال ہے؟ آپ نے عرض کیا حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اچھا ہوں لیکن تنگ دست ہوں (تنگدستی کی شکایت کی) یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اسی غرض سے قلم دوات منگائی تھی کہ تم ایک مخلوق سے اس سلسلہ میں کچھ کہو (مخلوق سے مانگو) حضرت حسن نے عرض کیا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ارادہ تو یہی تھا اب آپ ہی فرمائیے کہ میں کیا کروں؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم یہ دعا پڑھا کرو:

اَللّٰهُمَّ اقْذِفْ فِیْ قَلْبِیْ رَجَآءَ لَكَ وَقَطِّعْ رَجَاءَ عَمَّنْ سِوَاكَ حَتّٰی لَا اَرْجُوْا اَحَدًا غَیْرَكَ اَللّٰهُمَّ مَا ضَعُفَتْ عَنْهُ قُوَّتِیْ وَمَا قَصُرَ عَنْهُ عَمَلِیْ وَلَمْ تَنْتَهِ اِلَیْهِ رَغْبَتِیْ وَلَمْ تَبْلُغْهُ مَسْأَلَتِیْ وَلَمْ یَجْرِ عَلٰی لِسَانِیْ مِمَّآ اَعْطَیْتَ اَحَدً مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ مِنَ الْیَقِیْنِ فَخُصَّنِیْ بِهٖ یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ۔

''الٰہی میرے دل میں اپنی آرزو پیدا کر دے اور دوسروں سے میری تمنا اس طرح ختم کر دے کہ میں کسی سے تیرے سوا پھر امید نہ وابستہ رکھوں' الٰہی میری قوتوں کو کمزور نہ بنا، میرے نیک اعمال کو کوتاہ نہ کر مجھ سے اعراض نہ فرما تو اپنے فضل و کرم سے مجھے توکل و توفیق کی ایسی قوت عطا فرما کہ میں کسی مخلوق کے پاس اپنی حاجت نہ لے جاؤں تو ہی میرے مسائل کو حل فرما اور مجھے وہ سب کچھ دے دے جو اب تک پچھلے یا آنے والے شخص کو نہیں دیا' اے رب العالمین! مجھے یقین کی دولت سے مالا مال فرما دے۔ (آمین)''

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم میں نے یہ دعا ایک ہفتہ تک نہیں پڑھی ہوگی کہ امیر معاویہ نے مجھے پانچ لاکھ درہم بھیجے جس پر میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہا کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں جو اپنے یاد کرنے والوں کو کبھی فراموش نہیں فرماتا اور اپنے مانگنے والوں کو محروم و نا امید نہیں فرماتا جس دن یہ رقم آئی اس روز رات کو میں نے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے فرما رہے ہیں کہ حسن کیسے ہو؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! میں اچھا ہوں اور اس کے بعد میں نے تمام واقعہ عرض کیا۔ آپ نے سماعت فرما کر ارشاد فرمایا کہ اے میرے بیٹے اللہ تعالیٰ سے امیدوار ہونے اور مخلوق سے التجا نہ کرنے کا یہی نتیجہ ہوتا ہے۔

(تاریخ الخلفاء اردو ص ۲۸۳-۲۸۴، تنویر الازہار ترجمہ نور الابصار، جلد اوّل، ص ۴۳۶)

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کے پاس پہنچے تو آپ نے ان شرائط پر خلافت انہیں سپرد کردی کہ ان کے بعد خلافت آپ (حضرت حسن) کو ملے اور مدینہ، عراق، حجاز کے باشندوں سے کوئی ٹیکس نہیں لیا جائے گا بلکہ وہی ٹیکس وصول کیا جائے گا جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ سے لیا جارہا ہے۔

۱؎ شیعہ حضرات حضرت سیدنا عمر بن الخطاب اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر معترض ہوتے ہیں اور کہا کرتے ہیں کہ ''حضرت عمر کو حضرت ابوبکر نے خلیفہ بنایا۔ وہ سنت کے خلاف تھا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا تو جواب عرض ہے کہ ذرا غور کیجئے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو خلیفہ بنانے کا طریق کار کیا تھا؟ وہی تھا جو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تھا کہ ان کی خلافت پر لوگوں کا اجماع ہوگیا اور وہ خلیفہ منتخب ہو گئے۔ اسی طرح حضرت علی پر لوگوں کا اجماع ہوگیا تو وہ خلیفہ ہوگئے۔ (اگرچہ خارجی اس بات یعنی خلافت علی پر اجماع کو تسلیم نہیں کرتے مگر یہ مٹھی بھر لوگ شروع سے ہی حضرت علی کے دشمن رہے ہیں اور اب بھی ہیں) تو اگر حضرت علی کی خلافت اجماعی درست ہے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت اجماعی نادرست کیوں؟

ایسے ہی امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت امیر معاویہ کو دی تو اگر امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ (امام شیعہ کے نزدیک معصوم ہوتے ہیں) کا یہ اقدام درست ہے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت عمر الفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت دینا درست کیوں نہیں؟

اور اگر شوریٰ کے حوالہ کرنا (معاملۂ خلافت کو) درست نہیں تو حضرت امام حسن نے یہ کیوں فرمایا بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں خلیفہ مقرر نہیں کرتا بلکہ لوگ بہتر آدمی پر خود اکٹھے ہوجائیں گے تو یہ شورائی نظام درست کیوں۔ معلوم ہوا کہ یہ تمام طریقے درست اور اہل بیت سے ثابت ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت پر اجماع ہوا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت پر بھی اجماع ہوا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت سونپی تو حضرت امیر معاویہ کو امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سونپی۔

حضرت عثمان کی خلافت شوریٰ نے منعقد کی تو حضرت امام حسن کی خلافت بھی شوریٰ نے ہی منعقد کی جس کے سربراہ قیس بن سعد بن عبادہ تھے۔

اگر کوئی شخص صحابہ کرام پر اعتراض کرے گا تو وہی اعتراض اہل بیت اطہار پر بھی آئے گا۔ معاذ اللہ اور اہلسنت اس غلاظت سے بری ہیں۔

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذمہ جو قرض ہے اس کی تمام تر ادائیگی امیر معاویہ کریں گے۔

ان شرائط کو امیر معاویہ اور امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے تسلیم کیا اور باہمی صلح ہوگئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ معجزہ ظاہر ہوگیا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ

''میرا یہ بیٹا مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرائے گا''۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان شرائط کے ساتھ خلافت (حکومت و امارت) امیر معاویہ کے سپرد کردی۔[1] بلقینی نے خلافت سے اس طرح دستبردار ہونے پر یہ استدلال کیا ہے کہ جب خلافت جیسے عظیم منصب سے دستبردار ہونا جائز ہے تو وظائف کا ترک کردینا بھی یقیناً جائز ہے۔

---

[1] شیعہ حضرات بہت شدومد سے الزام دیتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کی وفات پر حضرات صحابہ کرام انعقاد خلافت میں مصروف تھے اور سرکار کی تدفین و تکفین وغیرہ کسی کو یاد نہ تھی وغیرہ وغیرہ کیا وہ جگر تھام کر یہ الزام حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی دیں گے کہ والد گرامی کی شہادت ہوئی تو وہ انعقاد خلافت میں مصروف تھے......اور تدفین و تکفین حضرت علی کا خیال تک نہ تھا۔

اگر امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے ساتھیوں پر یہ اعتراض نہیں ہوسکتا تو حضرت صدیق اکبر و دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان پر کیونکر ہوسکتا ہے؟

اگر کوئی شخص کہے کہ عبارات سے مترشح ہوتا ہے کہ اسی روز بعد تدفین خلافت حسن عمل میں آئی تو تب بھی یہ اعتراض بجا ہوگا کیونکہ اسلام میں سوگ کم از کم تین دن تک ہوتا ہے تو اس دن سے اگلے دو مزید دن تک تو سوگ ہونا چاہئے تھا مگر اس کے برعکس خلافت کی بیعت ہونے لگی تو ثابت ہوا کہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ اسلام میں پہلے خلیفہ کی تدفین ہی عمل میں جب لائی جاتی ہے جب دوسرا خلیفہ مقرر کرلیا جائے تاکہ اس خلیفہ کی زیر نگرانی یہ کام سرانجام دیا جائے۔ آج بھی عرب ممالک اسلامیہ میں یہی دستور ہے۔ اسی لیے رسول اللہ علیہ السلام کی تدفین سے پہلے حضرت ابوبکر کی اور ان کی تدفین سے قبل حضرت عمر کی اور ان کی تدفین سے پہلے حضرت عثمان کی اور ان کی تدفین سے قبل حضرت علی کی اور حضرت علی کی تدفین سے پہلے حضرت امام حسن کی خلافت منعقد کی گئی اور خلفاء کی زیر نگرانی یہ امور طے پاتے رہے۔

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ماہِ ربیع الاوّل ۴۱ھ ہجری میں اور بقول بعض ماہِ ربیع الآخر ۴۱ھ ہجری میں خلافت سے دستبردار ہوئے، کچھ کا خیال ہے کہ آپ ماہِ جمادی الاوّل ۴۱ھ ہجری میں خلافت سے دستبردار ہوئے۔"

(تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کراچی، ص ۲۸۱)

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ کے احباب (شیعانِ علی) اے عار المؤمنین کہہ کر پکارا کرتے تھے (اس لیے کہ آپ ان کی توقعات کے برعکس خلافت سے دستبردار ہو گئے تھے) اس پر آپ فرماتے تھے کہ عار نار سے بہتر ہے ایک شخص نے آپ کو یہ کہہ کر پکارا، "اے مسلمانوں کو ذلیل کرنے والے السلام علیکم" اس پر آپ نے فرمایا کہ میں مسلمانوں کو ذلیل کرنے والا نہیں ہوں البتہ میں نے یہ پسند نہیں کیا کہ میں ملک (حکومت) کے لیے جدال وقتال کراؤں۔ (تاریخ الخلفاء اردو، ص ۲۸۲)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے) اگر کوئی شخص یہ کہے کہ البدایہ والنہایہ میں لفظ "فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ شَانِہٖ" موجود ہے جس کا مطلب ہے کہ جب امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فارغ ہو گئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے کفن و دفن سے تو بعد میں خلافت منعقد ہوئی تو جواب یہ ہے کہ یہ ایک قول ہے جبکہ دوسرا قول یہ بھی موجود ہے کہ "وَكَانَ ذٰلِكَ يَوْمَ مَاتَ عَلِيٌّ" یہ انعقاد خلافت اسی دن ہو گیا جس دن حضرت علی شہید ہوئے اور تیسرا قول یہ بھی موجود ہے کہ "وَقِيْلَ مَاتَ فِي الْعَشْرِ الْاَخِيْرِ مِنْ رَمَضَانَ وَمِنْ يَوْمَئِذٍ وَلِيَ الْحَسَنُ ابْنُ عَلِيٍّ" اور کہا گیا ہے کہ آپ رمضان کے آخری عشرے میں شہید ہوئے اور اسی روز سے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت سنبھالی تو ان توضیحات وتشریحات اور مختلف اقوال میں سے اکثر اس بات کو ثابت کرتے ہیں جو ہم نے پہلے تحریر کیا ہے لہٰذا حضرات صحابہ کرام خصوصاً خلفاء ثلاثہ راشدین المہدیین پر کوئی حرف اعتراض ثابت نہیں ہوتا ورنہ جو جو اعتراض ان پر کیے جائیں گے وہی وہی اعتراض حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر وارد ہوں گے جبکہ اہل تشیع کے نزدیک امام معصوم عن الخطاء ہوتے ہیں اور اہلسنّت کے نزدیک سرے سے یہ اعتراضات ہی باطل ومردود ہیں۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمت فرماتے ہیں کہ

اہلسنّت کا ہے بیڑا پار اصحاب حضور ۔۔۔ نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

غلط افواہیں اور ان کی تردید:

خلافت سے دستبردار ہونے کے کچھ عرصہ بعد حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ سے مدینہ منورہ چلے گئے اور پھر وہیں قیام پذیر ہو گئے۔ حاکم نے جبیر بن نفیر کی زبانی لکھا ہے کہ میں نے امام حسن سے ایک روز عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ پھر (دوبارہ) خلافت کے خواستگار ہیں یہ سن کر آپ نے ارشاد فرمایا:

> ''جس وقت عربوں کے سر میرے ہاتھ میں تھے (عرب میری بیعت کر چکے تھے) اس زمانے میں جس سے چاہتا میں ان کو لڑا دیتا اور جس سے چاہتا صلح کروا دیتا لیکن اس وقت میں نے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے حصول کے لیے خلافت سے دستبرداری دے دی اور امت محمدیہ کے خون کو مفت میں بہنے نہیں دیا۔ پس جس خلافت سے میں محض اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے حصول کے لیے دستبردار ہو گیا ہوں اب اس کو میں باشندگان حجاز کی خوشنودی کے لیے کیا دوبارہ حاصل کرنے کی کوششیں کروں گا؟ یہ کس طرح مناسب ہوگا؟''

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت:

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے متعلق مورخین نے بہت زبردست دھوکہ کھایا ہے اور تحریر کیا کہ آپ کو آپ کی زوجہ حضرت جعدہ بنت اشعث بن قیس کے ذریعہ زہر دے کر شہید کروایا گیا حالانکہ روایۃً اور درایۃً یہ بات ایک مفروضہ ثابت ہوتی ہے جس کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔[1] ہاں یہ بات

---

[1] مورخین نے لکھا کہ جعدہ زوجہ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کو یزید نے نکاح کے پیغام کے ساتھ یہ لکھا کہ امام حسن کو زہر دے کر راستہ سے ہٹا دو تا کہ تم میرے نکاح میں آ سکو اور یہ بات (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

درست ہے کہ آپ کو بذریعہ زہر خورانی کے شہید کروایا گیا۔

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو متعدد مرتبہ زہر دیا گیا اور آخری مرتبہ جو زہر دیا گیا اس سے آپ کا جگر مبارک ٹکڑے ٹکڑے ہو کر قے کے ذریعہ باہر آنے لگا۔

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خواب اور اس کی تعبیر رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کی تکمیل:

امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے) اہل علم وعقل کے نزدیک باطل و مردود ہے۔ روایۃً تو اس لیے کہ اس راوی کا نام تاریخ میں نہیں ملتا جس نے یزید کے یہ پیغامات جعدہ تک پہنچائے ہوں۔ دوسری بات یہ کہ مدینہ منورہ سے کوفہ کا فاصلہ کوئی اتنا مختصر نہیں ہے کہ روزانہ پیغامات کا تبادلہ ہو سکے اور یہ کام ایک ہی پیغام سے انجام پذیر ہونا ممکن نہیں ہے۔ تیسری بات قابل غور یہ ہے کہ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تربیت و معیت میں رہنے والا شخص ایسا زیاں کار ہو عقل اس کو تسلیم ہی نہیں کرتی۔ چوتھی بات یہ کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا: "الحسن منی" "حسن مجھ سے ہیں اور دوسرے مقام پر فرمایا کہ "من مس جلدی فلن تمسه النار" "جس نے میری جلد مبارک کو چھو لیا اس کو آگ نہیں چھو سکتی تو جس نے اس حسن کو چھوا ہو جو رسول میں سے ہو اور رسول اس میں سے ہوں اس کو آگ کیسے چھو سکتی ہے؟ اور یہ ہو نہیں سکتا کہ آپ کی بیوی کا جسم آپ سے کبھی مس نہ ہوا ہو اور درایۃً اس لیے کہ یہ عام رواج ہے کہ عقیدتمند اپنے پیران عظام کو تحفے تحائف اور نذرانے پیش کرتے رہتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ کسی یزیدی نے آپ کی عقیدت و ارادت کا روپ دھار کر کھجوروں میں زہر ملا کر نذرانہ پیش کیا ہو۔ عموماً بیویوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ چاہتی ہیں کہ اچھی چیز ہم سب سے پہلے اپنے شوہر کو پیش کریں۔ اس لیے وہ نذرانہ کھجوروں کا حضرت جعدہ نے سب سے پہلے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیش کیا ہو۔ آپ کو کیا معلوم کہ اس میں زہر کی آمیزش ہے چنانچہ ان کھجوروں کو تناول فرما کر آپ کی شہادت واقع ہوئی جس میں حضرت جعدہ زوجہ حضرت امام حسن بالکل بے قصور ثابت ہوتی ہیں مگر یہ روایت شیعہ مورخین نے کثرت سے نقل کی اور انہی کی دیکھا دیکھی اہلسنت بھی نقل کرتے چلے گئے اور یہ نہ خیال کیا کہ اس سے خود حضرت امام حسن اور ان کی زوجہ کا تقدس مجروح ہوتا ہے۔
(کما قال الصدر الافاضل العلامۃ المولانا السید نعیم الدین مراد آبادی فی السوانح کربلا)

''ابن سعد نے عمران بن عبداللہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب دیکھا کہ ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ○ لکھا ہوا ہے جس وقت آپ نے یہ خواب بیان کیا تو اہل بیت بہت خوش ہوئے لیکن جب حضرت سعید ابن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ خواب سنا تو انہوں نے کہا اگر آپ کا یہ خواب سچا ہے تو آپ کی حیات کے چند روز باقی رہ گئے ہیں چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس خواب دیکھنے کے بعد آپ صرف چند ہی روز حیات رہے اور پھر زہر دے کر ہلاک کر دیئے گئے۔''

(تاریخ الخلفاء اردو، ص۲۸۲-۲۸۳)

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا تھا کہ میرا حسن کوفہ کی سبز زہر سے شہید ہوگا۔ (روضۃ الشہداء جلد اوّل، ص۴۲۶-۴۲۷)

علامہ حسین واعظ کاشفی فرماتے ہیں کہ

''امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (نیند سے) بیدار ہو کر اپنی ہمشیرہ سیّدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آواز دی اور فرمایا:

''اے میری بہن! میں نے ابھی ابھی خواب میں اپنے نانا جان، ابا جان اور امی جان علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کی ہے۔''

تھوڑا سا پانی لائیں تا کہ وضو کروں پھر آپ نے ہاتھ بڑھا کر اپنے سرہانے سے گلاس اٹھایا جو اسی طرح بندھا پڑا تھا اس میں سے آپ نے پانی کا ایک گھونٹ پیا اور کہا آہ یہ کیسا پانی ہے کہ میرے حلق سے ناف تک ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے ہیں پھر آپ نے کسی کو بھیج کر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور آغوش میں لے کر فرمایا:

''بھائی جان! آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو اب قیامت کے دن ملاقات

ہوگی۔ بھائی جان! میں نے ابھی ابھی اپنے جد امجد اور والدین کریمین کو خواب میں دیکھا۔ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے جنت الفردوس میں لے گئے میں نے وہاں پر بے عیب نورانی حوروں کو دیکھا اور نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا:

"اے میرے بیٹے خوش ہو جا کہ تجھے دشمنوں سے خلاصی ہوگئی اور تکلیف ومصیبت کے دن ختم ہو گئے کل رات تو ہمارے پاس ہوگا"۔

میں نے خواب سے بیدار ہو کر اس گلاس میں سے پانی پیا تو اس نے حلق سے ناف تک میری آنتوں کو کاٹ دیا ہے۔"

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گلاس ہاتھوں میں لے کر فرمایا میں تھوڑا سا پانی پی کر دیکھتا ہوں کہ یہ کیسا پانی ہے؟

امام حسن نے امام حسین کے ہاتھوں سے گلاس لے کر زمین پر پھینک دیا اور تمام پانی بہہ گیا جہاں جہاں وہ پانی گرا اس مقام سے زمین ابلنے لگی۔

ایک سو ستر ٹکڑے جگر مبارک کے:

اسی وقت اچانک امام عالی مقام امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیٹ مبارک میں درد اٹھا اور آپ زمین پر لوٹنے لگے یہاں تک کہ آفتاب طلوع ہو گیا آپ کو قے آنے لگی تو آپ کے سامنے طشت رکھ دیا گیا جس میں آپ کا جگر اور آنتیں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر حلق سے باہر آ گئیں۔ جب اس طشت کو اٹھایا گیا تو اس میں آپ کے جگر مبارک کے ستر (۷۰) ٹکڑے تھے جو حلق مبارک کے راستے باہر آ گئے۔ ایک قول کے مطابق ایک سو ستر (۱۷۰) ٹکڑے تھے جو طشت میں شمار کیے گئے۔

(روضۃ الشہداء، جلد اوّل، ص ۴۲۳-۴۲۴-۴۲۵)

آہ...... یہ کس کے جگر کے ٹکڑے ہو رہے ہیں جو امام الانبیاء کے جگر کا ٹکڑا ہے۔
ہائے...... یہ کس کی آنتیں کٹ کے باہر آ رہی ہیں جو سیّدہ فاطمہ کی آنتوں کا حصہ ہے۔

یہ کون ہے؟

یہ جنتی جوانوں کا سردار ہے۔

یہ سید الاسخیاء ہے۔

یہ امت کی خونریزی کا دافع اور ان کی جانوں کا محافظ و سردار ہے جسے امت نے ہی زہر دے کر خون میں لت پت کر دیا اور جگر پارہ پارہ کر دیا۔ یہ زہر دینے والے کوئی یہودی، عیسائی یا غیر مسلم نہیں ہیں۔

یہ اسی شہزادے کے نانا کا کلمہ پڑھنے والے، نمازی، زکوٰتی، حاجی، روزے دار مسلمان ہیں۔

یہ ان مسلمانوں کے ہی نبی کا نواسہ ہے جو نبی ان مسلمانوں کو بروز محشر شفاعت فرما کر جہنم کی آگ سے نکالے اور جنت میں لے جائے گا۔

تو کیا پھر ایسا کرنے کے بعد بھی یہ مسلمان ہی ہیں؟

کیا جنت کے سردار کو زہر دے کر شہید کرنے والے ابھی بھی مومن و ناجی اور جنتی ہیں؟

کیا سبطِ رسول کو زہر دینا مودّت اہل بیت ہے؟

کیا نبی کے محبوب شہزادے کو شہید کرنا اسلام ہے؟

اگر ایسا ہی ہے تو پھر کفر کس بلا کا نام ہے؟ بے ایمانی، بددیانتی، بے حیائی، بے مروتی اور دشمنی کسے کہتے ہیں۔

سنو اور ہوش دل سے سنو! اہلسنّت و جماعت کا کل بھی یہ اعلان تھا اور آج بھی

یہ اعلان ہے۔

او زاہدو، شب بیدارو اور عداوت اہل بیت سینہ میں رکھ کر نمازیں پڑھنے، روزے رکھنے، حج کرنے والے نام نہاد مسلمانو!

؎ زاہد تیری عبادت کو میرا سلام ہے
بے حب اہل بیت عبادت حرام ہے۔

قاتلین حسین بھی جہنمی	اور	قاتلین حسن بھی ناری
قاتلین حسین بھی بے ایمان	اور	قاتلین حسن بھی بے ایمان
دشمنان حسین بھی ملعون	اور	دشمنانِ حسن بھی ملعون

؎ اہل بیت پاک سے گستاخیاں بے باکیاں
لعنۃ اللہ علیکم دشمنان اہل بیت
باغ جنت کے ہیں بہر مدح خوان اہل بیت
تم کو مُژدہ نار کا اے دشمنان اہل بیت

سبز اور سرخ دو رنگ شہادت کے:

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سبز زہر سے شہید ہونا بھی	نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا
امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خونی میدان میں شہید ہونا بھی	نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا

یہ دیکھئے...... دونوں شہزادوں کا درزی جبرائیل امین علیہ السلام جنت سے دونوں کے لباس لے کر حاضر بارگاہِ رسالت ہوتا ہے...... حضور علیہ السلام سیّدہ فاطمۃ

الزہراء سے فرماتے ہیں یہ جوڑے شہزادوں کو پہنادو مگر سیّدہ محو حیرت ہو کر عرض کرتی ہیں:

ابا جان! یہ لباس علیحدہ علیحدہ رنگ کے کیوں ہیں۔ ایک کا رنگ سرخ ہے اور ایک کا سبز۔

جبکہ دونوں شہزادوں کی	سخاوت کا	رنگ تو ایک ہی ہے
جبکہ دونوں شہزادوں کی	نجابت کا	رنگ تو ایک ہی ہے
جبکہ دونوں شہزادوں کی	شرافت کا	رنگ تو ایک ہی ہے
جبکہ دونوں شہزادوں کی	دیانت کا	رنگ تو ایک ہی ہے
جبکہ دونوں شہزادوں کی	سیادت کا	رنگ تو ایک ہی ہے
جبکہ دونوں شہزادوں کی	امامت کا	رنگ تو ایک ہی ہے

فرمایا ہاں ہاں

سخاوت کا رنگ تو ہے	ایک
نجابت کا رنگ تو ہے	ایک
شرافت کا رنگ تو ہے	ایک
دیانت کا رنگ تو ہے	ایک
سیادت کا رنگ تو ہے	ایک
امامت کا رنگ تو ہے	ایک

مگر ان دونوں کی

شہادت کا رنگ ہے	مختلف
حسن کی شہادت کا رنگ ہے	سبز
حسین کی شہادت کا رنگ ہے	سرخ

جنت کے شہزادوں کے سبز و سرخ محلات:

علامہ حسین واعظ کاشفی فرماتے ہیں کہ

جب آفتاب بلندی پر آیا تو امام عالی مقام امام حسن مجتبےٰ علیہ السلام کا رنگ مبارک سبزی مائل ہوگیا۔ آپ نے پوچھا! میرے چہرے کا رنگ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا سبزی مائل! آپ نے امام حسین کی طرف رخ انور کرتے ہوئے فرمایا:

''بھائی معراج کی حدیث ظاہر ہوگئی ہے۔''

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہاں! اور بازو بھائی جان کی گردن میں حمائل کر دیئے اور ایک دوسرے کے چہرے پر چہرہ رکھ کر دونوں نے رونا شروع کر دیا ......حاضرین نے یہ منظر دیکھا تو سب کی چیخیں نکل گئیں اور عرض کی:

''اے ابن رسول اللہ! ہمیں حدیث معراج کے بارے میں بتائیں۔''

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا:

''ہمارے نانا جان نے ہمیں بتایا تھا کہ مجھے معراج کی رات جنت کے باغات میں لے گئے اور جملہ اہل ایمان کے مرتبے اور مدارج دکھائے میں نے وہاں پر ایک ہی طرز کے بنے ہوئے دو محل ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو دیکھے' ایک محل سبز زمرد کا بنا ہوا تھا جس کی شعاعیں میری نگاہوں کو خیرہ کر رہی تھیں۔

دوسرا محل سرخ یاقوت کا بنا ہوا تھا جس کی صفائی آفتاب جہاں تاب کی طرح نور بکھیر رہی تھی۔

میں نے رضوان سے پوچھا! یہ محلات کس کے لیے ہیں؟

رضوان نے کہا: ایک حسن کے لیے ہے دوسرا حسین کے لیے ہے۔

میں نے پوچھا: دونوں کا ایک رنگ کیوں نہیں ہے؟

رضوان یہ سن کر خاموش ہو گیا تو میں نے کہا تو نے جواب کیوں نہیں دیا؟

جبرائیل نے کہا: یارسول اللہ! اسے بتاتے ہوئے شرم آتی ہے۔

قصر سبز حسن کے لیے ہے کیونکہ انہیں زہر دیا جائے گا اور آخر وقت پر ان کے چہرے کا رنگ سبزی مائل ہو جائے گا۔

حسین کے لیے سرخ محل ہے اس لیے کہ انہیں شہید کیا جائے گا اور وقت آخر ان کا چہرہ خون سے سرخ ہو جائے گا"۔

امام حسن نے یہ واقعہ بیان فرمایا اور امام حسین کو سینے سے لگا کر بھینچ لیا ہر دو حضرات ایک دوسرے کے چہرہ سے چہرہ ملنے لگے اور ایک دوسرے کی پیشانی چومتے ہوئے اس طرح رونے لگے کہ کسی شخص میں اس منظر کو دیکھنے کی تاب نہ رہی چنانچہ حاضرین مجلس بھی ان کے ساتھ مل کر گریہ کناں ہوئے بلکہ اس گریہ وزاری میں درو دیوار اور حجر و شجر بھی شامل ہو کر بادلوں کی طرح اشکبار ہو گئے۔

(روضۃ الشہداء، جلد اول، ص ۴۲۵-۴۲۶-۴۲۷)

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زہر کس نے دیا:

شواہد النبوت میں آیا ہے کہ امام عالی مقام امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے وقت آپ کے بھائی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے سرہانے بیٹھ کر پوچھا بھائی جان آپ کے خیال کے مطابق آپ کو زہر کس نے دیا ہے؟

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کیا آپ زہر دینے والے کو قتل کریں گے؟

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہاں۔

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''اگر زہر دینے والا وہ شخص ہے جس کے متعلق میرا گمان ہے تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ کا غضب سب سے زیادہ شدید تر ہے اور اگر وہ نہیں تو مجھے پسند نہیں کہ میرے لیے کسی بے گناہ کو قتل کر دیا جائے۔''

حضرت خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فصل الخطاب میں فرماتے ہیں کہ

''حضرت امام حسن علیہ السلام کو چھ مرتبہ زہر دیا گیا۔ پانچ مرتبہ کا دیا ہوا زہر آپ پر کارگر نہ ہوا جبکہ چھٹی مرتبہ کارگر ہو گیا۔ امام حسین علیہ السلام نے آپ کے سرہانے آ کر کہا آپ مجھے زہر دینے والے کا نام بتائیں میں اس کے ساتھ جنگ کروں گا۔''

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: اے برادر عزیز ہمارے نانا جان، نانی جان، ابا جان، امی جان و دیگر اہل بیت سے کوئی ایک بھی اشارے اور غمازی کرنے والا نہ تھا اور غمازی اچھی چیز نہیں۔'' (روضۃ الشہداء، جلد اوّل، ص ۴۲۸)

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گفتگو:

طیوریات میں سلیم بن عیسیٰ بن قاری کوفی کے حوالہ سے بیان کیا گیا ہے کہ جب حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ وفات کے وقت گھبرانے لگے تو امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یہ گھبراہٹ کیسی؟ آپ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جا رہے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جا رہے ہیں اور وہ دونوں تو آپ کے بابا جان ہیں نیز آپ اپنی والدہ محترمہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نیز اپنے ماموں حضرت قاسم اور طاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس جا رہے ہیں اور اپنے چچا حضرت حمزہ اور حضرت جعفر رضی اللہ

تعالیٰ عنہما کے پاس جا رہے ہیں یہ سن کر فرمایا اے بھائی حسین میں ایسی جگہ پر جا رہا ہوں جہاں اب سے پہلے کبھی نہیں گیا اور میں ایسی مخلوق کو دیکھ رہا ہوں جسے میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ (تاریخ الخلفاء اردو، ص ۲۸۴)

ابن عبد البر چند راویوں کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی وفات کے وقت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ بھائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد خلافت پر ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فائز ہوئے پھر مجلس شوریٰ میں یقین تھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خلافت ملے گی لیکن شوریٰ کی طرف سے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بنائے گئے اور ان کی شہادت کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے پھر تلواریں نکل آئیں اور ہم نے خلافت کو چھوڑ دیا اور اب مجھے دکھائی دے رہا ہے کہ بخدا قوت و خلافت اب بھی ہمارے خاندان میں نہیں رہے گی اور مجھے یقین ہے کہ بیوقوف کوفی تم کو خلیفہ بنائیں گے لیکن پھر وہی تم کو کوفہ سے شہر بدر کریں گے۔ (تاریخ الخلفاء، ص ۲۸۴)

میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے خواہش کی تھی کہ وہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں دفن ہونے کی اجازت دے دیں چنانچہ انہوں نے مجھے اجازت دے دی ہے لیکن میری وفات کے بعد تم پھر دوبارہ وہاں دفن کرنے کی اجازت حاصل کر لینا۔ میرا خیال ہے دوبارہ اجازت حاصل کرنے پر کچھ لوگ مزاحم ہوں گے۔ ان کی مخالفت کی موجودگی میں تم زیادہ اصرار نہ کرنا۔ (تاریخ الخلفاء، ص ۲۸۴)

چنانچہ جب حضرت امام حسن کا انتقال ہوا تو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اجازت چاہی۔ آپ نے فرمایا: اجازت ہے لیکن مروان (ملعون) حاکم مدینہ حائل ہوا جس پر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے ساتھیوں نے ہتھیار سنبھال لیے مگر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نے درمیان میں صلح کرادی اور آخرکار امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پہلو میں جنت البقیع میں دفن کر دیا گیا۔

(تاریخ الخلفاء، ص ۲۸۵)

شہزادہ قاسم سے گفتگو:

حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی ہمشیرہ حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرمایا: اے خواہر نامدار اور یادگار مادر بزرگوار میرے بیٹے قاسم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو حاضر کرو۔

سیّدہ اُم کلثوم نے جناب قاسم کو بلایا تو امام حسن رضی اللہ عنہ نے انہیں سینے سے لپٹا کر ان کے چہرے پر چہرہ رکھ کر زاروقطار رونا شروع کر دیا۔

بعدازاں جناب قاسم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا ہاتھ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں دے کر فرمایا، میں آپ کی فلاں صاحبزادی کو قاسم کے لیے نامزد کرتا ہوں وقت آنے پر اسے اس کے سپرد کر دینا اور اس پر ہمیشہ باپ کی مشفقانہ نگاہیں رکھنا۔ (روضۃ الشہداء، جلد اوّل، ص ۴۲۹-۴۳۰)

تاریخ شہادت:

۲۹۔ صفر المظفر ہفتے کی رات کو آپ کی طبیعت زیادہ خراب ہوگئی اور آنکھیں بند ہوگئیں۔ آپ کی اولاد طاہرہ بہنیں اور بھائی آپ کے پاس جمع تھے۔ جب رات کے دو پہر گزر گئے تو آپ نے چشمان مبارک کھول کر امام حسین علیہ السلام کو فرمایا:

''میں اپنے برادران اور اولاد کے لیے آپ سے سفارش کرتا ہوں اور ان سب کو آپ کے سپرد کرتا ہوں اور آپ کو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔''

ایک اور روایت میں منقول ہے کہ امام عالی مقام امام حسن علیہ السلام نے

وصیت فرمائی تھی کہ میرا جنازہ میرے نانا جان کے روضۂ اقدس پر لے جانا اگر کسی نے مزاحمت نہ کی تو پہلوئے رسول میں دفن کر دینا اور اگر کسی نے رکاوٹ ڈالی تو لڑائی جھگڑا کیے بغیر جنت البقیع میں لے جانا۔

آپ کے حکم کے مطابق جب آپ کا جنازہ روضۂ رسول پر لے جایا گیا تو مخالفین نے زبردست مخالفت کی...... چنانچہ آپ کو بقیع میں لے جا کر دفن کر دیا گیا اور آپ حضرت فاطمہ بنت اسد زوجہ حضرت ابو طالب یعنی اپنی دادی محترمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے قریب آرام فرما ہیں۔ (روضۃ الشہداء، جلد اوّل، ص ۴۳۰-۴۳۱)

حضرت حسن کی عمر مبارک:

اصح روایت کے مطابق آپ کی عمر مبارک سینتالیس (۴۷) سال تھی جبکہ بہت کم لوگوں نے اس سے زیادہ بھی بتائی ہے۔ (ایضاً)

امام سیوطی علیہ الرحمت فرماتے ہیں کہ

"آپ کی شہادت زہر خوانی سے ۵ ربیع الاوّل ۵۰ھ ہجری کو واقع ہوئی۔ بعض کے نزدیک یہ حادثہ ۴۹ھ ہجری اور بعض کے نزدیک ۵۰ھ ہجری میں پیش آیا۔ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت کوشش کی کہ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ زہر دینے والے کی نشاندہی کریں لیکن آپ نے نام بتانے کی بجائے یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سخت انتقام لینے والا ہے۔ کوئی شخص میرے گمان پر کیوں قتل ہو۔" (تاریخ الخلفاء، ص ۲۸۲)

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ٥

حیرت کی بات:

حیرت کی بات یہ ہے کہ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل کا خود آپ کو تو علم

نہ ہوا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم نہ ہوا۔ خاندان کے کسی فرد کو اس قاتل کا علم نہ ہو سکا مگر چودھویں صدی میں یا کئی سو سال بعد کے لوگوں کو پتہ نہیں کس وحی سے حضرت جعدہ کا نام معلوم ہو گیا۔

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ازواج مقدسہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جس کا جسم میرے شہزادہ حسن سے مس ہو گا اس پر آتش دوزخ حرام ہو جائے گی۔'' (انوار نبوت، ص ۶۲۲)

اسی فرمان عالی شان اور آپ کے حسن و جمال کی وجہ سے لوگ آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنا رشتہ استوار کرنے کے لیے اپنی بیٹیوں کی شادی کرنے کا عرض کرتے تھے لہٰذا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کی خواہشات نسبت کی قدر کرتے ہوئے تقریباً ایک سو کے قریب نکاح فرمائے۔

کیونکہ آپ یہ نکاح لوگوں کی خواہش نسبت کی بناء پر کرتے تھے لہٰذا اسی وجہ سے اکثر کو دو تین ایام کے بعد فارغ کر دیتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ خواتین دوسرا نکاح بھی نہیں کرتی تھیں اپنی نسبت کو برقرار رکھنے کے لیے کسی اور کی طرف التفات نہیں فرماتی تھیں لہٰذا کثیر التزویج مشہور تھے۔ (انوار نبوت، ص ۶۲۲)

امام سیوطی علیہ الرحمت فرماتے ہیں کہ

''ابن سعد نے علی بن الحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ عورتوں کو طلاق بہت دیا کرتے تھے (بہت سی عورتوں کو طلاق دے دی) اور جو عورت آپ کے نکاح میں آجاتی وہ آپ سے جدائی ہرگز نہیں چاہتی تھی۔ آپ پر فریفتہ ہو جاتی

تھی۔اس طرح آپ نے نوے(۹۰) شادیاں کیں۔"

جعفر بن محمد کے حوالہ سے لکھا ہے کہ امام حسن نکاح کرتے اور طلاق دے دیتے۔آپ کی اس روش سے ہمیں خوف پیدا ہو گیا کہ اب قبائل میں دشمنی ہمیشہ قائم رہے گی۔ابن سعد نے جعفر بن محمد کے حوالہ سے انہوں نے اپنے والد کی زبانی بیان کیا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اعلان فرمایا: اے کوفہ والو! حسن کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی مت کرو وہ طلاق دینے کے عادی ہیں یہ سن کر ایک ہمدانی نے کہا خدا کی قسم! ان سے اپنی بیٹیاں ضرور بیاہیں گے جس کو وہ پسند کریں رکھیں اور جو نا پسند ہو اسے طلاق دے دیں۔

ابن سعد نے عبداللہ بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت نکاح کیا کرتے تھے۔وہ اپنی نئی بیاہتا کو چند دن رکھتے اور پھر طلاق دے دیتے۔اس کے باوجود یہ عالم تھا کہ آپ جس عورت سے شادی کر لیتے وہ دل و جان سے آپ پر فریفتہ ہو جاتی۔ (تاریخ الخلفاء اردو، ص ۲۸۰-۲۸۱)

ازواج کے اسماء گرامی:

۱۔حضرت ام بشیر بنت ابو مسعود عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

۲۔حضرت خولہ بنت منظور بن ریان بن عمرو بن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہا

۳۔حضرت فاطمہ بنت ابو مسعود عتبہ بن عمر بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

۴۔حضرت ام ولد

۵۔حضرت ام اسحاق بنت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

۶۔حضرت رملہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

۷۔حضرت تقفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

۸-حضرت امراءالقیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا
۹-حضرت جعدہ بنت اشعث رضی اللہ تعالیٰ عنہا (انوارِ نبوت، ص۶۲۲-۶۲۳)

شہزادگان امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

۱-حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۲-حضرت حسن مثنیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(حضرت سیّدہ صغریٰ بنت امام حسین کے شوہر)
۳-حضرت حسین الاثرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۴-حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۵-حضرت اسماعیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۶-حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۷-حضرت یعقوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۸-حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۹-حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۱۰-حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ — کربلا کے شہید
۱۱-حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ — کربلا کے شہید
۱۲-حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ — کربلا کے شہید
۱۳-حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ — کربلا کے شہید

(انوارِ نبوت، ص۶۲۲-۶۲۳)

اس کے علاوہ آپ کی پانچ شہزادیاں ہیں۔
(رضی اللہ تعالیٰ عنہن)

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہزادیاں:

۱-حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

۲-حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

۳-حضرت ام عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

۴-حضرت ام الحسین رملہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

۵-حضرت ام الحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہا (خلفاء رسول، ص۲۳۴)

نسل سادات حسنی:

امیر المومنین امام عالی مقام سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل سیدنا زید اور سیدنا حسن مثنیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے چلی۔ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت حسن مثنیٰ اور سیّدہ صغریٰ کی اولاد پاک سے ہیں۔

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

کتابیات

۱- قرآن مجید

۲- تفسیر مظہری

۳- بخاری شریف

۴- مسلم شریف

۵- ترمذی شریف

۶- ابوداؤد شریف

۷- ابن ماجہ شریف

۸- نسائی شریف

۹- مسند احمد بن حنبل

۱۰- کنز العمال

۱۱- طبرانی

۱۲- الفضائل

۱۳- ابن حبان

۱۴- کشف الاستار

۱۵- علموا اولادکم محبۃ اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

۱۶- نورالابصار

۱۷- تنویرالازہار
۱۸- الشرف المؤبد
۱۹- الفضل المؤبد
۲۰- انوار نبوت
۲۱- شرف سادات
۲۲- آل رسول
۲۳- خلفاء رسول
۲۴- الصواعق المحرقہ
۲۵- برق سوزاں
۲۶- تاریخ الخلفاء
۲۷- جامع الاحادیث
۲۸- لغات الحدیث
۲۹- جلاء العیون
۳۰- حیات القلوب
۳۱- احتجاج الطبرسی
۳۲- الارشاد للشیخ المفید
۳۳- الحق الیقین
۳۴- منتہی الامال
۳۵- الفضل المؤبد
۳۶- روضۃ الشہداء
۳۷- سوانح کربلا

۳۸- شہادت نواسۂ سید الابرار

۳۹- شواہد النبوت

۴۰- دوازدہ امام

۴۱- البدایہ والنہایہ

۴۲- حضرت علی تاریخ وسیاست کی روشنی میں

۴۳- ماہ کنعان

۴۴- الفصول المہمہ

۴۵- اکمال اکمال المعلم

۴۶- شرح مسلم سعیدی

۴۷- تفہیم البخاری

۴۸- مظاہر الحق

۴۹- مرآت شرح مشکوٰۃ

۵۰- مشکوٰۃ شریف

۵۱- الطریق الحکمیہ

۵۲- ذخائر العقبیٰ

۵۳- تفسیر عزیزی

۵۴- فتاویٰ رضویہ

۵۵- کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ

۵۶- تاریخ ائمہ

۵۷- عینی شرح بخاری

۵۸- حضرت التجلی

۵۹- سیرۃ خلفاء الراشدین
۶۰- مصنف عبدالرزاق
۶۱- تحفۃ المودود
۶۲- بیہقی
۶۳- فتح الباری
۶۴- اسد الغابہ
۶۵- سیر اعلام النبلاء
۶۶- تاریخ بغداد
۶۷- خلافت راشدہ
۶۸- حقیقت مذہب شیعہ
۶۹- سادات بنی رقیہ